تاریخ الامّت

(علامہ اسلم جیراج پوری)

جلد ہفتم - آل عثمان

شائع کردہ

ادارہ طلوعِ اسلام، کراچی

قیمت دو روپے

تاریخ الاُمّت

جلد ہفتم

آلِ عثمان

علامہ محمد اسلم صاحب جیراجپوریؒ

شائع کردہ

اِدارۂ طلوعِ اسلام کراچی

فہرست تاریخ الامت

جلد ہفتم

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ	۱۰	وفات	۲۲
آل عثمان	۱۳	اورخاں	۲۵
ارطغرل	۱۴	انکشاریہ	۲۷
غازی عثمان	۱۸	فتوحات	۲۸
مال خاتون	۱۸	داخلہ یورپ	۲۹
قراچہ حصار	۲۰	وفات	۳۰
بیلہ چک	۲۰	مراد اول	۳۲
استقلال	۲۱	فتح ادرنہ	۳۲
بروصہ	۲۲	مغربی حملہ	۳۳

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نشان ہلال	۳۴	وفات	۶۰
فتوحات	۳۴	بایزید ثانی	۶۱
وفات	۳۷	فتوحات	۶۲
بایزید ایلدرم	۳۸	یورپ	۶۳
فتوحات	۳۹	اندلس	۶۴
معرکہ صلیبی	۴۰	عزلت	۶۴
تیمور لنگ	۴۳	سلیم اول	۶۶
نزاع تخت	۴۴	شاہ اسمٰعیل	۶۶
محمد اول	۴۶	فتح مصر	۶۷
پیر قلیچہ	۴۶	خلافت	۶۸
مراد ثانی	۴۹	یورپ	۶۹
فتوحات	۵۰	سلیمان اعظم	۷۱
ہونیاد	۵۱	بغاوت	۷۱
محمد ثانی فاتح	۵۵	فتوحات	۷۱
فتح قسطنطنیہ	۵۵	روڈس	۷۲
دیگر فتوحات	۵۸	کریمیا	۷۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ہنگری	۷۳	دیگر فتوحات	۸۶
ویانا	۷۳	یورپ	۸۷
بغداد	۷۴	محمد ثالث	۸۸
الجزائر	۷۴	احمد اول	۹۰
ہند	۷۵	شاہ عباس	۹۱
جزائر بحر روم	۷۵	یورپ	۹۱
فرانس	۷۶	مصطفےٰ اول	۹۴
طہماسپ	۷۷	عثمان ثانی	۹۵
وفات	۷۷	مراد رابع	۹۷
اولاد	۷۹	بغداد	۹۷
سلیم ثانی	۸۰	ابراہیم	۱۰۰
یمن	۸۳	محمد رابع	۱۰۲
قبرص	۸۳	کوپریلی	۱۰۳
ترکی بیڑہ	۸۳	مقدس عہد	۱۰۴
مراد ثالث	۸۵	سلیمان ثانی	۱۰۶
مراقش	۸۶	احمد ثانی	۱۰۸

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مصطفیٰ ثانی	۱۰۹	ایران	۱۲۸
محاربات	۱۰۹	کریمیا	۱۲۸
مسئلہ شرقیہ	۱۱۰	مصر	۱۲۹
احمد ثالث	۱۱۳	روس و آسٹریا	۱۲۹
پیٹر اعظم	۱۱۳	وفات	۱۲۹
ایران	۱۱۵	سلیم ثالث	۱۳۰
محمود اول	۱۱۷	روس و آسٹریا	۱۳۰
نادر شاہ	۱۱۷	اصلاحات	۱۳۱
روس و آسٹریا	۱۱۸	نپولین	۱۳۲
فرانس	۱۱۸	معزولی	۱۳۶
عثمان ثالث	۱۲۱	مصطفیٰ رابع	۱۳۷
مصطفیٰ ثالث	۱۲۳	یاران روسچق	۱۳۸
روس	۱۲۳	محمود ثانی	۱۳۹
مصر	۱۲۵	روس	۱۳۹
عبدالحمید اول	۱۲۷	نجد	۱۴۰
روس	۱۲۷	علی پاشا	۱۴۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
انکشاریہ	۱۴۳	حسن چرکس	۱۵۲
یونان	۱۴۳	دماغی خلل	۱۵۳
الجزائر	۱۴۴	عبدالحمید ثانی	۱۵۴
سربیا	۱۴۴	دستور	۱۵۴
مصر	۱۴۴	جنگ پلونا	۱۵۴
وفات	۱۴۵	معاہدہ برلن	۱۵۵
عبدالمجید اول	۱۴۶	قبرص	۱۵۶
اصلاحات	۱۴۶	تونس	۱۵۶
روس	۱۴۷	اعرابی پاشا	۱۵۷
دروز	۱۴۷	مہدی سوڈانی	۱۵۷
وفات	۱۴۸	فشودہ	۱۵۸
عبدالعزیز	۱۴۹	روم ایلی شرقی	۱۵۸
سفر یورپ	۱۴۹	آرمینیہ	۱۵۸
ابتری	۱۵۰	کریٹ	۱۵۹
معزولی	۱۵۱	اتحاد و ترقی	۱۵۹
مراد خامس	۱۵۲	معزولی	۱۶۰

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
محمد خامس	۱۶۲	عبدالمجید ثانی	۱۷۳
طرابلس	۱۶۲	غازی مصطفےٰ کمال	۱۷۵
بلقان	۱۶۳	تاریخ عثمانیہ پر ایک نظر	۱۷۸
وفد انصاری	۱۶۳	سلطنت	۱۷۹
جنگ عمومی	۱۶۳	خلافت	۱۸۰
عربی بغاوت	۱۶۴	ولیعہدی	۱۸۲
عبدالوحید	۱۶۶	نظام مملکت	۱۸۲
یونانی حملہ	۱۶۷	ترک	۱۸۵
وطنی تحریک	۱۶۸	اسلام	۱۸۵
معاہدۂ ماسکو	۱۷۰	رواداری	۱۸۶
ترکتاز	۱۷۰	ترکی ادب	۱۸۸
لوزان کانفرنس	۱۷۱	انقلاب	۱۹۰
جمہوریت	۱۷۲	اسباب زوال	۱۹۲

باسمہ تعالیٰ

پیش لفظ

تاریخ الامت کے پہلے چھ حصے اس سے پیشتر شائع ہو چکے ہیں۔ اب اس کا ساتواں حصہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ جس میں خلافت عثمانیہ (ٹرکی) تک کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد الغاء خلافت اور قیام جمہوریت تک کے حالات بھی اس جلد میں آ گئے ہیں۔ لیکن ٹرکی کے جمہوری دور اور مملکتِ اسلامیہ کے حصے بخرے ہو جانے کے بعد ان کے چھوٹے چھوٹے آزاد و نیم آزاد ممالک کی تاریخ نہیں لکھی جا سکی۔ اگر ایسا ہو سکتا تو یہ تاریخ موجودہ دور تک کی مکمل تاریخ ہو جاتی۔ لیکن اس اڈیشن کی اشاعت کے وقت اس تاریخ کے مصنف علامہ حافظ محمد اسلم جیراجپوری رحمۃ اللہ علیہ ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب (ان کی کتاب میں) یہ داستان یہیں تک رہے گی۔ بہر حال تاریخ الامت کی اس ساتویں جلد کے ساتھ مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ تاریخ مکمل ہو جاتی ہے۔

اس کے اگلے حصے میں مصنف مرحوم نے اس تمام تاریخی دور میں ایک نہایت جچا تلا عالمانہ محاکمانہ فرمایا ہے اور امت میں علمی، سیاسی اور دینی اعتبار سے جو تبدیلیاں ظہور پذیر ہوتی رہی ہیں ان کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کے مشہور فرقوں کا تفصیلی حال لکھا ہے۔

یہ آٹھویں جلد اب زیر کتابت ہے اور جلد شائع ہو جائے گی۔ وبیدہٖ التوفیق۔

ناظم ادارۂ طلوع اسلام
کراچی

فروری ۱۹۵۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

تاریخ الامت کا ساتواں حصہ شائع کیا جاتا ہے۔ اور اسی پر یہ سلسلہ ختم ہے میرا خیال تھا کہ آٹھواں حصہ بھی لکھوں گا۔ جس میں امت کی پوری تاریخ پر اسلامی نقطۂ نظر سے ایک تنقیدی نگاہ ڈالوں گا۔ لیکن سردست اس خیال کو میں نے مختلف وجوہ سے ملتوی کرنا مناسب سمجھا۔

اس حصے میں سلاطین و خلفاء عثمانیہ کے ابتدا سے لے کر آج تک کے حالات لکھے گئے ہیں۔ تاریخ الامت کے دوسرے حصوں کے تناسب سے اس حصے کو بھی میں نے نہایت اختصار کے ساتھ مرتب کیا۔ ورنہ ان سلاطین میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کی سوانح عمریاں تفصیل سے لکھی جائیں۔ تو اس کتاب سے بڑی ہو سکتی ہیں۔ اس کو آل عثمان کی محض تاریخ سمجھنا چاہیئے۔

ترکوں کے عالی شان اسلامی کارناموں اور نیز اس دل چسپی کے لحاظ سے جو مسلمانان ہند کو نصف صدی سے ان کے ساتھ رہی ہے اردو ....

زبان میں بہت کچھ ان کے متعلق لکھا جانا چاہیئے تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ بجز دو ایک انگریزی کتابوں کے ترجموں کے ان کی تاریخ میں کوئی مستقل تصنیف اب تک شائع نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ کتاب فی الجملہ اس کمی کو پورا کرے گی۔

اس حصے کی تالیف میں چھوٹی بڑی متعدد ترکی تاریخیں جو عربی زبان میں مجھ کو مل سکیں میں نے پیش نظر رکھیں۔ ان میں سے محمد فرید بک مصری کی تاریخ الدولۃ العلیۃ العثمانیہ جو ۱۳۱۱ھ میں مصر میں چھپی ہے مجھ کو زیادہ قابل اعتماد معلوم ہوئی۔ کیونکہ وہ اہل بصیرت و رجال سیاست میں سے تھے۔ اور انھوں نے یہ تاریخ کوشش اور تحقیق کے ساتھ لکھی ہے جس میں جملہ معاہدات ترکی کے تراجم بھی حسب موقع درج کر دیئے ہیں۔

دوسری کتاب تاریخ الاتراک العثمانیین بھی پسند آئی جس کو حسین لبیب مصری نے انگریزی سے نہایت خوبی کے ساتھ عربی میں ترجمہ کر کے ۱۳۳۵ھ میں شائع کیا ہے۔ اس میں علاوہ تفصیل معلومات کے حسن ترتیب بھی ہے۔ جس کی دوسری عثمانی تاریخوں میں کمی ہے۔

مختصرات میں سے شیخ شاکر حنبلی کی تلخیص التاریخ العثمانی میں نے منتخب کی جو ۱۳۳۱ھ میں دمشق سے شائع کی گئی ہے۔

ان کتابوں میں بالعموم سن عیسوی استعمال کیا گیا ہے۔ اور میں نے شروع سے تاریخ الامت میں سن ہجری لکھتا چلا آتا ہوں۔ اس لئے ممکن ہے کہ مطابقت

دینے میں کہیں کچھ فرق پڑ گیا ہو نیز یورپین اشخاص، مقامات اور ملکوں کے ناموں میں بھی بوجہ اس کے کہ میں نے عربی سے لئے ہیں مروجہ ناموں سے اختلافات پڑ گئے ہوں، چونکہ ان سے تاریخی واقعات پر زیادہ اثر نہیں پڑتا۔ اس وجہ سے میں نے ان کی تصحیح کی طرف جو بالفعل میرے لئے مشکل تھی۔ توجہ نہیں کی۔ مگر امید ہے کہ بشرط حیات آئندہ طباعت میں انہیں درست کر سکوں گا

(۳) میں کئی بار اس امر کو پہلے حصوں میں بھی ظاہر کر چکا ہوں کہ میری یہ کتاب تعلیمی ہے نہ کہ علمی، اس لئے صرف سیاسی تاریخ وہ بھی نہایت اختصار کے ساتھ لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں، کیونکہ میرے نزدیک منازل تاریخ سے واقفیت سیاسی ہی حالات سے ہوتی ہے کہ وہی اصل ہے۔ اور علمی اور تمدنی شعبے فروعات ہیں بعض لوگ جو اس مختصر میں سب کچھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور جب نہیں پاتے تو زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ وہ غالباً میرے اس معروضے کو پیش نظر نہیں رکھتے اگر اس کتاب میں ہر قسم کی تفاصیل میں لکھنے لکھتا تو ایک تاریخی عہد سے بھی عہدہ برآنہ ہو سکتا۔ فقط۔

یکم رجب ۱۳۴۸ھ

محمد اسلم جیراجپوری

جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی

آلِ عثمان

دولت عثمانیہ کی بنیاد ایک ترکی قبیلہ کے ہاتھ سے پڑی جو وسط ایشیا کے مقام تائی کا باشندہ اور اوغوز کے لقب سے مشہور تھا۔ چنگیز خاں کے حملہ میں سواحل جیحوں کے قبائل جب خوف سے اپنے مسکن چھوڑ کر نکل بھاگے۔ اس وقت یہ قبیلہ بھی ترکستان کے شہر ماہان میں آیا۔ پھر آرمینیہ کے شہر اغلاط سے ہوتا ہوا ارزنجان میں پہونچ کر قیام پذیر ہوا۔ وہاں سات سال گذار کر سنہ ۶۲۶ھ میں جب چنگیزی فتنہ فرد ہو گیا اپنے وطن کی طرف واپس چلا۔ راستہ میں فرات سے عبور کرتے ہوئے ان کا سردار سلیمان غرق ہو گیا۔ اس کی نعش دریا سے نکال کر ساحل پر اس جگہ دفن کی گئی۔ جو آج تک "ترک مزاری" کے نام سے مشہور ہے۔

سلیمان کے چار بیٹے تھے۔ ترکی دستور کے مطابق قبیلہ ان چاروں میں منقسم ہو گیا۔ ان میں سے دو باپ کی نیت کے مطابق وطن کو چلے گئے، اور

دو ارطغرل اور دوندار معہ اپنے ساتھیوں کے جو دو ہزار نفوس سے زائد نہ تھے ایشیائے کوچک میں سلجوقیوں کے سایہ میں پناہ گزیں ہونے کے ارادے سے چلے۔ صحرائے پاسین اور سورمہ لی سے گذر کر ارطغرل نے زمین کی درخواست کے لئے اپنے بیٹے کو سلجوقی بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور خود قبلے کے ساتھ رہا۔

اثنائے راہ میں ایک دن جب کہ ایک میدان سے گذر رہا تھا دیکھا کہ دو فوجیں آمادہ پیکار ہیں۔ جن میں سے ایک زبردست ہے اور دوسری کمزور۔ ارطغرل کی حمیت شجاعت جوش میں آگئی۔ وہ اپنے قبیلے کے جنگ آوروں کو لے کر جن کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی۔ کمزور کی حمایت کو بڑھا۔ اور اس بہادری سے لڑا کہ فتح حاصل کی۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ جس فریق کی اس نے امداد کی ہے۔ خوش قسمتی سے وہ علاءالدین کے قباد پسر ملک شاہ سلجوقی کی فوج ہے۔ اور جن کو شکست دی ہے، وہ تاتاری ہیں۔

ارطغرل

سلطان علاءالدین نے اس کارنامے کی وجہ سے ارطغرل پر شاہانہ نوازش فرمائی۔ وقبہ سکودرا اور طومانیج کا سرسبز اور زرخیز قطعہ اراضی جو دریائے سکاریہ کے کنارے رومی سرحد کے متصل واقع تھا۔ اس کو جاگیر میں عطا کیا۔ اور "اوج بک" خطاب کے ساتھ ان حدود کا سپہ دار مقرر کر دیا۔

رومی سلطنت کا پایۂ تخت قسطنطنیہ تھا۔ ایشیائے کوچک اور اناطولیہ میں اس کے بہت سے قلعے تھے۔ جن میں رومی قلعہ دار رہتے تھے۔ اور تکفور بولے جاتے تھے۔ ارطغرل کی ان کے ساتھ سلسلہ وار جنگ شروع ہوئی۔ جن میں اس نے پے در پے فتوحات حاصل کیں اور اپنی شجاعت اور شہامت کا سکہ بٹھا دیا۔ جس سے رومیوں پر اس کی ہیبت غالب ہو گئی۔ اس ناموری کی وجہ سے ترکی قبائل جو اس سے پہلے سلجوقیوں کے ساتھ اس علاقہ میں آئے تھے۔ اس کے پاس آ گئے۔ اور اس کے لوا مظفر کے نیچے جنگ و جہاد میں جوش و خروش کے ساتھ شریک ہونے لگے۔

سلاجقہ کی یہ سلطنت جس کی بنیاد سلطان قطلمش کے ہاتھوں ۴۷۰ھ میں پڑی تھی۔ چھٹی صدی ہجری میں ملک شاہ اور قلیج ارسلان کے زمانوں میں شوکت اور قوت میں نامور تھی اور ایشیائے کوچک، شام، جزیرہ، آرمینیہ نیز ایران کا بھی ایک حصہ اس کے زیر فرماں تھا۔ لیکن اندرونی اختلال اور امراء کی بغاوتوں اور خود مختاریوں سے اس کی قوت روز بروز مضمحل ہوتی گئی۔ ایک طرف سے تاتاریوں نے پے در پے حملے کر کے اس کے شمالی اور مشرقی حصے پر قبضہ کر لیا تھا۔ دوسری طرف سے رومیوں نے ایشیائے کوچک اور اناطولیہ کے اکثر علاقے واپس لے لئے تھے، جس کی وجہ سے یہ سلطنت نیم جان ہو رہی تھی۔

دو ارطغرل اور دوندار معہ اپنے ساتھیوں کے جو دو ہزار نفوس سے زائد نہ تھے ایشیائے کوچک میں سلجوقیوں کے سایہ میں پناہ گزیں ہونے کے ارادے سے چلے۔ صحرائے پاسین اور سورملی سے گذر کر ارطغرل نے زمین کی درخواست کے لئے اپنے بیٹے کو سلجوقی بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور خود قبیلے کے ساتھ رہا۔

اثنائے راہ میں ایک دن جب کہ ایک میدان سے گذر رہا تھا دیکھا کہ دو فوجیں آمادہ پیکار ہیں۔ جن میں سے ایک زبردست ہے اور دوسری کمزور۔ ارطغرل کی حمیت شجاعت جوش میں آگئی۔ وہ اپنے قبیلے کے جنگ آوروں کو لے کر جن کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی۔ کمزور کی حمایت کو بڑھا۔ اور اس بہادری سے لڑا کہ فتح حاصل کی۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ جس فریق کی اس نے امداد کی ہے۔ خوش قسمتی سے وہ علاء الدین کے قباد پسر ملک شاہ سلجوقی کی فوج ہے۔ اور جن کو شکست دی ہے، وہ تاتاری ہیں۔

ارطغرل

سلطان علاء الدین نے اس کارنامے کی وجہ سے ارطغرل پر شاہانہ نوازش فرمائی۔ قصبہ سکودرا اور طومانیج کا سرسبز اور زرخیز قطعہ آراضی جو دریائے سکاریہ کے کنارے رومی سرحد کے متصل واقع تھا۔ اس کو جاگیر میں عطا کیا۔ اور "اوج بک" خطاب کے ساتھ ان حدود کا سپہ دار مقرر کر دیا۔

رومی سلطنت کا پایۂ تخت قسطنطنیہ تھا۔ ایشیائے کوچک اور اناطولیہ میں اس کے بہت سے قلعے تھے۔ جن میں رومی قلعہ دار رہتے تھے۔ اور تکفور بولے جاتے تھے۔ ارطغرل کی ان کے ساتھ سلسلہ وار جنگ شروع ہوئی۔ جن میں اس نے پے در پے فتوحات حاصل کیں اور اپنی شجاعت اور شہامت کا سکہ بٹھا دیا۔ جس سے رومیوں پر اس کی ہیبت غالب ہو گئی۔ اس ناموری کی وجہ سے ترکی قبائل جو اس سے پہلے سلجوقیوں کے ساتھ اس علاقہ میں آئے تھے۔ اس کے پاس آ گئے۔ اور اس کے لوا مظفر کے نیچے جنگ و جہاد میں جوش و خروش کے ساتھ شریک ہونے لگے۔

سلاجقہ کی یہ سلطنت جس کی بنیاد سلطان قتلمش کے ہاتھوں ۴۷۰ھ میں پڑی تھی۔ چھٹی صدی ہجری میں ملک شاہ اور قلیج ارسلان کے زمانوں میں شوکت اور قوت میں نامور تھی اور ایشیائے کوچک، شام، جزیرہ، آرمینیہ نیز ایران کا بھی ایک حصہ اسکے زیر فرماں تھا۔ لیکن اندرونی اختلال اور امراء کی بغاوتوں اور خود مختاریوں سے اس کی قوت روز بروز مضمحل ہوتی گئی۔ ایک طرف سے تاتاریوں نے پے در پے حملے کر کے اس کے شمالی اور مشرقی حصے پر قبضہ کر لیا تھا۔ دوسری طرف سے رومیوں نے ایشیائے کوچک اور اناطولیہ کے اکثر علاقے واپس لے لئے تھے، جس کی وجہ سے یہ سلطنت نیم جان ہو رہی تھی۔

علاء الدین شاہ قونیہ نے ایسے وقت میں ارطغرل اور اس کے قبیلے کو جو قدیم سلاجقہ کی طرح دین کی مدد اور جہاد کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے، اپنے واسطے قوت اور شوکت کا ذریعہ سمجھا۔ ان کی فتوحات کی خبریں سن کر خوش ہوتا تھا۔ اور ان کے ساتھ ہر قسم کی مراعات کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اپنی لڑائیوں میں بھی سب سے زیادہ انھیں پر اعتماد کرنے لگا۔ چنانچہ بنی شیر میں جو جنگ ہوئی جس میں تاتاری اور رومی متحد ہو کر علاء الدین پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اس میں اس کی بہترین فوج ارطغرل اور اس کے قبیلہ ہی کی تھی، جنھوں نے اپنی بہادری اور جنگی مہارت سے دشمنوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ علاء الدین نے اس صلے میں اس شہر کو بھی ارطغرل کی جاگیر میں دے دیا۔ اس کے کل علاقہ کا نام امارت سلطونی رکھا۔ اور اس کو مقدمۃ الجیش کا سپہ سالار مقرر کیا۔

یہ علاقہ ایک وسیع پرگنہ تھا جس میں کثرت سے سرسبز چراگاہیں اور ہری بھری وادیاں تھیں۔ بڑے حصے میں گیہوں کی کاشت ہوتی تھی۔ اور جا بجا انگور کے باغات اور خوشنما مناظر تھے۔ جن کو دیکھنے کے لئے لوگ دور دور سے آتے تھے۔ متعدد قلعے بھی تھے۔ مثلاً کاروچا حصار، بلدکوچک اور اینی وغیرہ اور کئی شہر اور قصبے تھے۔ جن میں سے اس کے شہر سیدی غازی اور سکود مشہور تھے۔

اطراف و جوانب میں جو قلعہ نشین امراء سلجوقیوں سے خود مختاری

کا اعلان کرچکے تھے۔ ان کے علاقوں پر بھی ارطغرل نے بحکم سلطان لڑکر قبضہ کرلیا۔ اس طرح اس کے مقبوضات کا دائرہ وسیع تر اور امراء دولت میں اس کا رتبہ فائق ہوگیا۔

۶۸۰ھ میں ارطغرل نے ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور سگود کے متصل دفن ہوا۔

غازی عثمان خاں

۶۵۶ھ میں جسمیں تاتاریوں نے حضارۃ اسلام کے مرکز بغداد کو تباہ اور خلافتِ عباسیہ کو غارت کیا۔ ارطغرل کا بڑا بیٹا عثمان پیدا ہوا تھا اسی کے ہاتھوں عثمانی سلطنت کی بنیاد پڑی جس نے اسلام کی وہ خدمات کیں جس کی توقع خلافت عباسی سے کبھی نہیں ہو سکتی تھی۔

عثمان نے اپنے باپ کے ساتھ جنگ و جہاد میں تربیت پائی تھی، اور نوجوانی ہی میں جابجا معرکوں میں ناموری حاصل کرلی۔ باپ کے مرنے کے بعد سلطان غیاث الدین کے حکم سے قبیلہ کی ریاست اسی کو ملی۔ اسی کے نام سے ترک آج تک اپنے آپ کو عثمانی کہتے ہیں۔ اور اس کی بہادری اور شہسواری کی داستانیں اپنی محفلوں میں گاتے ہیں۔

مال خاتون

اسکی شہر کے متصل مقام ایتردنی میں ایک صاحب علم روشن ضمیر بزرگ رہتے تھے جن کا نام ادب عالی

تھا۔ دیار کے لوگ ان کی ولایت کے معتقد تھے۔ اور ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ عثمان بھی نوعمری میں ان کی خدمت میں جایا کرتا تھا۔ ان کی ایک ماہ پیکر بیٹی مال خاتون نامی تھی۔ جس کے ساتھ عثمان کو دلی محبت پیدا ہوگئی اس نے شیخ مذکور کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ مگر انھوں نے اپنی درویشانہ اور عثمان کی امیرانہ حالت کا فرق دیکھ کر قبول نہ کیا۔

عثمان کے قلب پر عشق کا غلبہ معمولی نہ تھا۔ اس نے طے کر لیا کہ سوائے مال خاتون کے اور کسی عورت سے وہ شادی نہ کرے گا۔ اتفاقاً اسی درمیان میں اس نے خواب دیکھا کہ شیخ کے سینے سے ایک ہلال نکل کر بلند ہوا اور بدر کامل بن کر میرے آغوش میں اتر آیا۔ پھر اس سے ایک درخت نکلا جس کی شاخیں بر و بحر دشت دجل پر چھا گئیں اور اس کی پتیاں لٹکی ہوئی تلواروں کی طرح ہوا کے جھونکوں سے قسطنطنیہ کی طرف بڑھنے لگیں۔ اس کو شیخ سے بیان کیا۔ انھوں نے اس میں مبارک فالی کی تعبیر دیکھ کر مال خاتون کو اس کے نکاح میں دے دیا۔ لیکن بنا بر شہر کے والی نے کہ وہ بھی عثمان کی طرح مال خاتون کا خواہاں تھا۔ اور اس کے باپ کے پاس پیغام نکاح بھیج کر ناکام رہا تھا۔ رشک رقابت میں عثمان کو ایک قصر میں محصور کر لیا۔ اور چاہا کہ قتل کر ڈالے۔ لیکن عثمان اپنے رفیقوں کے ساتھ بہادری سے حریفوں کے نرغے سے باہر نکل آیا۔ اور کھلے میدان میں لڑ کر ان کو شکست دی اور والی

مذکور بھاگا۔ مگر اس کے ساتھ ایک یونانی رئیس کوسہ میخائیل نامی گرفتار ہوگیا۔ وہ عثمان کی شجاعت پر اس قدر فریفتہ ہوا کہ مسلمان ہو کر زندگی بھر اس کے ساتھ رہا۔ عثمانی تاریخ میں اس کی اولاد میخائیل اوغلی کے نام سے مشہور ہے
مال خاتون کے ساتھ نکاح ہو جانے کی وجہ سے امارت کے ساتھ دینی اثر بھی شامل ہوگیا۔

قراچہ حصار تخت ریاست پر بیٹھنے کے ساتھ ہی ۶۸۸ھ میں قراچہ حصار کے امیر نکوس نے جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا چڑھائی کی۔ عثمان نے اس کو شکست دے کر اس کا حصار بھی اس سے چھین لیا۔ اس کامیابی پر سلطنت کی طرف سے توغ، طبل و علم اور "بک" کا خطاب ملا، نیز جمعہ کے خطبوں میں اس کا نام شامل کیا گیا، اور اپنے نام کے سکے ڈھالنے کی اجازت اور علاقہ جات مفتوحہ کی امارت بھی عطا ہوئی اس وقت سے عثمان کی حیثیت ایک مستقل رئیس کی ہوگئی۔ اسی سال مال خاتون کے شکم سے اس کا بیٹا اورخان پیدا ہوا۔

قرب و جوار کے متعدد رومی امیروں نے اس کے ساتھ لڑائیاں کیں لیکن ہر ایک میں عثمان ہی کامیاب رہا۔ اور اس کا مقبوضہ بڑھتا چلا گیا۔

بیلہ چک حصار بیلہ چک کے تکفور نے جو بظاہر عثمان سے دوستی رکھتا تھا ۶۹۰ھ میں اپنی بیٹی کی بزم عروسی میں اس کو

شرکت کی دعوت دی۔ اور درپردہ یہ سامان کیا کہ گرفتار کرلے۔ کوسمیخائیل نے جو خرمن قبا کی امارت پر تھا۔ عثمان کو اس سے آگاہ کردیا۔ اس لئے وہ چالیس بہادروں کو ساتھ لے کر جن کی قباؤں کے نیچے اسلحہ تھا۔ شادی کی محفل میں گیا وہاں جب غدر کا اندازہ دیکھا۔ تو اسی وقت قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ عروس کو بھی جس کا نام نیلوفر تھا، اپنے ساتھ لایا۔ اور جب اورخان جوان ہوا۔ تو اس کے ساتھ بیاہ دیا۔

استقلال

۷۰۰ھ میں جب تاتاریوں کے ہاتھوں قونیہ کی سلطنت مٹ گئی۔ اور وہاں کا آخری سلجوقی تاجدار علاء الدین ثانی مارا گیا۔ اس وقت طوائف الملوکی پھیل گئی۔ اور ہر حصے کا امیر خود مختار ہوگیا۔ عثمان نے بھی اپنے استقلال کا اعلان کیا۔ اور یکی شہر کو پایۂ تخت بنایا۔

اسکے اردگرد متعدد مستقل امارتیں تھیں۔ قرہ سی، صاروخاں، آیدین منتشا (ساحل بحر متوسط پر) تکہ، حمید، قرہ مان، اسفندیار (بحر اسود پر) اور کرمیان، ان میں سے امیر قرہ مان طاقتور تھا۔ لیکن عثمان نے اس کو بھی شکستیں دیں۔

بیزنطینی سلطنت کو اپنے قرب میں یہ بڑھتی ہوئی طاقت کانٹے کی کھٹک تھی۔ چنانچہ اعلان استقلال کے ساتھ ہی قسطنطنیہ سے ایک

فوج گراں اس کے استیصال کے لئے بھیجی گئی۔ عثمان نے بڑھ کر قویون کے حصار کے متصل صف آرائی کی، سخت معرکہ ہوا۔ جس میں رومیوں نے ہزیمت اٹھائی۔ اور بھاگے۔ ترکوں نے تعاقب کر کے ان کو مارا اور مقام استادروس تک قبضہ کر لیا۔

رومیوں نے تاتاریوں کو ساتھ لے کر دوبارہ فوج کشی کی۔ اور قراچہ کے حصار کے سامنے پھر شکست کھائی۔

بروصہ

عثمان نے ایشیائے کوچک کے جملہ رومی امراء کے پاس اعلان بھیج دیا کہ اسلام جزیہ یا جنگ ان تینوں میں سے جو صورت چاہو اختیار کر لو۔ بعض مسلمان ہوئے۔ بعضوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔ لیکن اکثر تاتاریوں سے مدد لے کر جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ عثمان نے اپنے بیٹے اورخان کی قیادت میں ایک لشکر جرار ترتیب دیا۔ جس میں کہ میخائیل بھی تھا۔ دشمنوں کو جا بجا شکست ہوئی۔ آخر میں ۷۱۷ھ میں بروصہ پر محاصرہ کیا۔ پورے دس سال کے بعد اہل قلعہ قیصر کے حکم سے ایک رات کو نکل بھاگے۔ اور ۷۲۷ھ میں ترکی فوج اس میں داخل ہو گئی۔

وفات

غازی عثمان نے فتح بروصہ کی خوش خبری موت کے بستر پر سنی اور جب اورخان اس کو دیکھنے کے لئے پہنچا۔ تو اس کو

وصیت کی اور کہا۔

میں مرتا ہوں مگر مجھ کو اپنے مرنے کا غم نہیں ہے۔ کیونکہ تم جیسے لائق بیٹے کو اپنی جگہ پر چھوڑتا ہوں جو میری قائم مقامی مجھ سے بہتر کر سکتا ہے۔

دیکھو ظاہر اور باطن میں اللہ کا خوف رکھنا۔ اور عدل گستری کو اپنا شیوہ بنانا کہ اسی سے سلطنت کی بنیاد مضبوط رہتی ہے۔ رحم کرتے رہنا۔ کیونکہ ہمارے رب کی صفت رحیم ہے۔ حقوق کے معاملے میں قوی اور ضعیف کو یکساں سمجھنا۔ شریعت کو رائج کرنا اور کتاب وسنت کے مطابق عمل کرنا۔ اگر میری اس وصیت پر عمل کروگے۔ تو تم ان اولیاء میں سے ہو جاؤ گے۔ جو رضا الٰہی سے کامیاب ہوتے ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی کہا کہ برو صہ کو پایۂ تخت بنانا۔ اور وہیں مجھے دفن کرنا۔ ۲۱ رمضان ۷۲۶ھ میں عثمان نے وفات پائی۔ اور حسب وصیت برو صہ میں لے جا کر دفن کیا گیا۔

غازی عثمان، شجاع، عاقل اور نرم خو تھا۔ دشمن کے لئے جس قدر سخت تھا۔ رعایا کے لئے اسی قدر مہربان۔ اس کے عدل و انصاف سے ملک میں امن وامان قائم تھا۔ اور مسلم، یہودی، عیسائی سب اس کے ظل حمایت میں

آرام و آسائش سے، زندگی بسر کرتے تھے۔

اس میں وہ تمام اوصاف تھے جو بانیاں دولت اور موسسین سلطنت میں ہوا کرتے ہیں۔ رعایا اور بالخصوص عثمانیوں میں وہ حد سے زیادہ محبوب تھا۔ اس کا علم اور اس کی شمشیر تیز کی سلطنت کے تحفہ خانے میں اب تک محفوظ ہے۔ جو ہر عثمانی سلطنت کی تخت نشینی کے موقع پر تبرکاً اس کی کمر سے باندھی جاتی تھی۔ اسکی دعا کی جاتی تھی کہ اس کو بھی اللہ تعالے عثمان جیسا اقبال مند بنائے۔

اورخاں

غازی عثمان کا بڑا بیٹا علاء الدینؒ پاشا تھا۔ لیکن اس کا میلان زہد اور عزلت گزینی کی طرف تھا۔ اسی وجہ سے ..... عثمان خاں نے اورخاں کے لئے سلطنت کی وصیت کی جو محاربات میں اس کے ساتھ رہتا تھا۔ چنانچہ باپ کی وفات کے بعد وہی تخت نشین ہوا۔ اور علاء الدین نے بھی کسی قسم کی مخالفت نہیں کی، اورخاں نے اس کو صدارت عظمیٰ کے منصب پر مامور فرمایا۔ جس میں وزارت کے ساتھ فوج کی سپہ سالاری بھی شامل تھی۔ لیکن اس نے اپنی تمام تر توجہ اندرونی انتظامات کی طرف

ﻪ پہلے پاشا سلاطین کی اولاد کے لئے مستعمل تھا۔ جب امراء کو یہ خطاب ملنے لگا تو شہزادے چلپی کہے جانے لگے۔ آخر میں اُن کے لئے آفندی کا لقب مخصوص کیا گیا۔

مصروف کی۔ اور بیرونی جنگوں کے لئے اورخاں کو آزاد چھوڑ دیا۔

علاء الدین عاقل اور منتظم تھا۔ سب سے پہلے اس نے عثمانی ٹکسال قائم کی جس میں سونے چاندی اور تانبے کے سکے ڈھلنے شروع کئے۔ ورنہ اب تک قدیم سلجوقی سکے مستعمل تھے۔ اس کے بعد فوجی نظام کی طرف رخ کیا۔ فوج کی حالت یہ تھی کہ عثمانی ترکوں، سلطان کے پروردوں نیز رضاکاروں کی جماعت، سوار اور پیادہ بروقت ضرورت جنگ کے لئے جمع ہو جاتی اور بیچ میں سلطان کو لئے ہوئے ایک بے قاعدہ جھنڈ کی طرح میدان میں پہنچ کر لڑتی۔ اور لڑائی ختم ہونے کے بعد اپنے اپنے مقامات کو واپس چلی جاتی۔ علاء الدین نے تنخواہ دار فوج پیادہ اور سوار دونوں قسم کی ملازم رکھی۔ تاکہ وہ ہروقت جنگ کے لئے تیار رہے۔ دس دس، سو سو، اور ہزار ہزار سپاہیوں پر چھوٹے چھوٹے بڑے امراء مقرر کئے جو ان کو باقاعدہ فن سپہ گری اور اصول جنگ کی مشق کرائیں۔

اس نظامی فوج کی عظمت اس قدر بڑھ گئی کہ سلطنت کی اصلی طاقت یہی بن گئی۔ اور ملک کی غیر نظامی جماعت حقیر ہو گئی۔ اس لئے اورخاں کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ یہ اگر کسی کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ تو وہ کس طاقت سے اس کا مقابلہ کر سکے گا۔

انکشاریہ اورخاں نے علاءالدین پاشا لیڈر اپنے خاندان کے ایک تجربہ کار مدبر قرہ خلیل سے اس خیال کو ظاہر کیا۔ آخرالذکر نے یہ تجویز پیش کی کہ عیسائی اسیران جنگ میں سے جو نوجوان مسلمان ہو جائیں ان کا لشکر ترتیب دیا جائے۔ چونکہ سلطان کے سوا کوئی ان کا مربی نہ ہوگا۔ اس وجہ سے ان میں کسی خاندان یا قبیلہ کی عصبیت پیدا نہ ہوگی۔ اور نہ اُن سے کسی قسم کا خطرہ ہوگا۔ سلطان کو یہ تجویز پسند آئی۔ اور اس نے اس کے نفاذ کا حکم دیا۔ اس قسم کی پہلی فوج جو مرتب ہوئی۔ برکت لینے کی غرض سے حاجی بکطاش کی خدمت میں بھیجی گئی۔ جو اس زمانے میں طریقت کے محترم بزرگ سمجھے جاتے تھے۔ شیخ حاجی نے اس کے لئے دعا کی۔ اور اس کا نام ینی شاری (فوج جدید) رکھا۔ جو ترکی میں یکیچاری لکھا جاتا ہے۔ اور عربی میں انکشاری شیخ مذکور کی تقلید میں انکشاریہ نے اپنی ٹوپی اونچی اور سفید رکھی۔ اور اس کو اپنی خاص علامت قرار دیا۔

سلطان نے اس فوج کی تربیت اور ترقی کا بہت خیال رکھا۔ تنخواہوں کے علاوہ زمینیں بھی ان کو جاگیروں میں دیں۔ اور خطابات اور القاب سے ممتاز کیا۔ ہر سال ایک ہزار نوجوانوں کی بھرتی ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ اور جنگ و جہاد کا مدار اسی پر ہوگیا۔ چنانچہ عثمانی فتوحات اور مقبوضات کا دائرہ انھیں کے ہاتھوں بڑھا۔ زمانہ

بعد میں اس کا شمار پانچ لاکھ تک پہنچ گیا تھا۔ اور عیسائی سلطنتوں کے لیے اس کی قوت ایک عظیم الشان خطرہ بن گئی تھی۔ لیکن آخر میں اس نے اپنے حدود سے آگے اپنے قدم بڑھا دیئے۔ اور سلطانی احکام سے تمرد اختیار کرنا شروع کیا۔ جس کی وجہ سے سلطان محمود ثانی نے رمضان سنہ ۱۲۴۱ھ میں اس کے سرغنوں کو قتل کر کے اس فوج کو ہمیشہ کے لیے توڑ دیا۔

فتوحات

اورخان نے باپ کی وصیت کے مطابق دار الخلافہ بروصہ کو بنا لیا۔ وہاں سے بقیہ ایشیائے کوچک کو فتح کرنے کے لیے متعدد لشکر روانہ کئے۔ جنھوں نے ہر جگہ کامیابی حاصل کی۔ خود اس نے ازمید پر چڑھائی کی اور اس کو قبضے میں لایا۔ پھر ازنیک کا محاصرہ کیا۔ دو سال کے بعد اس میں داخل ہو گیا۔ اور اپنے بیٹے سلطان کو وہاں کا والی مقرر کر دیا۔

مفتوح قوموں کے ساتھ اس کا برتاؤ نرم اور عادلانہ تھا۔ وہ ان کے کسی مذہبی یا دینی معاملے میں دخل نہیں دیتا تھا۔ اعلان کرا دیا تھا کہ جو رہنا چاہے امن کے ساتھ رہے۔ اور جو ہجرت کا خواہاں ہو اطمینان کے ساتھ اپنی ملکیت منقولہ و غیر منقولہ فروخت کر کے چلا جائے۔

سنہ ۷۳۶ھ میں ریاست قرہ سی کے امیر کی وفات کے بعد اس کے دونوں بیٹوں میں تخت حکومت کے لیے نزاع واقع ہو گئی۔ سلطان نے اس موقع پر اس کو اپنے مفتوحات میں داخل کر لیا۔

اورخاں نے بیس سال تک نہایت تندہی اور جانفشانی سے سلطنت کے ہر انتظامی شعبے کو درست کیا۔ نیز جابجا مدارس، مساجد اور زوایا تعمیر کرائے۔ اور علماء و شعراء کی قدردانی سے علم و ادب کو فروغ دیا۔

بخلاف دیگر مشرقی فاتحین کے سلاطین عثمانیہ کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ محض فتح ممالک کے حریص نہ تھے۔ بلکہ جس قدر ان کے قبضے میں آتا تھا اس میں امن و امان اور پورا انتظام قائم کرلینے کے بعد دوسرے ملک پر ہاتھ ڈالتے تھے۔ غالباً یہی وجہ ہوئی کہ دیگر شاہی خاندانوں کی بہ نسبت اِس خاندان میں مدت دراز تک سلطنت رہ گئی۔

ملکی اور فوجی انتظامات کی درستی سے اورخاں کی طاقت اس قدر بڑھ گئی کہ قیصر قسطنطنیہ اندرونیکوس نے اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اس کے بعد قیصر کانتاکوزینی نے ۷۴۶ھ میں اپنی نوجوان دختر اس شصت سالہ سلطان کے ساتھ بیاہ دی۔ تاکہ دشمنوں کے مقابلے میں اس سے مدد حاصل کرسکے۔

داخلہ یورپ

۷۵۶ھ میں شاہ سربیا اسٹیفن دوشان نے قبائل صقالیہ کو اپنے ساتھ ملاکر بلغاریہ کو فتح کرلیا۔ اور قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔ قیصر یوحنا پالیولاج نے سلطان سے مدد مانگی۔ اس نے ایک جرار لشکر بھیج دیا۔ مگر اسی دوران میں دوشان مرگیا۔ جس کی وجہ سے

اس کی جمعیت متفرق ہو گئی۔ اور ترکی فوج بلا جنگ واپس چلی آئی۔ اس موقع پر ترکوں کو رومی سلطنت کی کمزوری اچھی طرح معلوم ہو گئی۔ اس وجہ سے سلطان نے چاہا کہ چند فوجی دستے خفیہ طور پر سمندر سے پار اتار کر مغربی ساحل کے کسی مقام پر قابض ہو جائے۔ تاکہ یورپ میں بڑھنے کا راستہ ملے اس کی تجویز کے مطابق اس کا بڑا سلیمان جو علاء الدین کے انتقال کے بعد سے صدر اعظم تھا۔ رات کو چالیس بہادر ترکوں کو لے کر درۂ دانیال سے پار اتر گیا۔ پھر وہاں سے کشتیاں پکڑ کر چند گھنٹوں میں تیس ہزار فوج بندرگاہ ترنب پر اتار دی۔ اور اپسالا اور دستور پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت سے ترکوں کا قدم یورپ میں جم گیا۔ اس حملے کے قائد عشی بابا اور غازی فاضل بابا تھے جن کی قبریں گیلی پلی میں زیارت گاہ ہیں۔

وفات ۱۳۵۹ء میں سلیمان پاشا صدر اعظم جو ولی عہد تھا۔ شکار میں گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا۔ اس حادثے کا اورخاں کے اوپر جس کی عمر ۸۲ سال ہو چکی تھی۔ سخت اثر پڑا۔ چنانچہ دو ماہ کے بعد وہ بھی انتقال ہو گیا۔ اور بروصہ میں دفن ہوا۔

اورخاں ۳۴ سال حکمراں رہا۔ اس نے ایک طرف اپنی فتوحات سے سلطنت کا دائرہ وسیع کیا۔ یہاں تک کہ یورپ میں بھی قدم جما دیا اور دوسری طرف اندرونی انتظامات سے سلطنت کی حالت ایسی درست کر لی کہ ہمسایہ

ممالک پر اس کی ہیبت چھا گئی۔ شجاعت اور فرزانگی کے ساتھ شریعت کا تابع اور رفاہِ عام کا شیدائی تھا، مساجد، مدارس، خانقاہیں، پل سرائیں لنگر خانے اور حمام وغیرہ جو اس نے اپنے عہد میں تعمیر کرائے۔ ان کی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی۔

مراد اوّل

اورخاں کے بعد اس کا سب سے چھوٹا بیٹا مراد جس کی ولادت ۷۵۶ھ میں ہوئی تھی اور جس کا لقب خداوندگار تھا۔ سریر سلطنت پر آیا۔ ریاست قرمان جس کا پایہ تخت انگورہ تھا۔ اس کے رئیس علاءالدین نے موقع دیکھ کر اردگرد کے مستقل امراء کو عثمانیوں کی قوت توڑنے کے لیے متفق کر لیا۔ اور ان کے ساتھ لے کر چڑھائی کی۔ سلطان مراد نے سب کو شکست دی۔ اور انگورہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ آخر میں علاءالدین نے اس کے ساتھ صلح کر لی۔ اور اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دے دی۔

فتح ادرنہ بلقان میں بکلربک لالا شاہین نے سلطان کے حکم سے ادرنہ کو فتح کیا۔ موقع کی اہمیت کے لحاظ سے سلطان نے بروصہ کو چھوڑ کر اسی کو اپنا مرکز قرار دیا۔ چنانچہ فتح قسطنطنیہ تک عثمانی پایہ تخت وہی رہا۔

مغربی حملہ

آخر نوس سپہ دار نے عثمانیوں کے نام سے دڑار اور گلچمن پر قبضہ کر لیا جس کی وجہ سے ایک طرف قسطنطنیہ جملہ مسیحی حکومتوں سے الگ اور ہر طرف سے عثمانی املاک سے محصور ہو گیا۔ اور دوسری طرف سربیا۔ بلغاریہ، اور البانیہ کے ساتھ ترکی سلطنت کے حدود مل گئے۔ اس وجہ سے ان دولتوں کے فرمانرواؤں نے پاپا اور یانوس خامس کے پاس فریاد کی کہ وہ یورپین حکومتوں کو آمادہ کریں کہ ترکوں کے مقابلے میں ہماری امداد کریں۔ ورنہ اگر ان کی فتوحات کا سیلاب کوہستان بلغار سے آگے بڑھا تو کوئی مغربی طاقت اس کی رو کو روک نہ سکے گی۔ اور سب کے لیے یہ خطرہ یکساں ہو گا۔

پاپائے مذکور نے جملہ یورپین بادشاہوں کے پاس خطوط بھیجے اور ان کو صلیب کے نام سے اس جنگ کے لئے برانگیختہ کیا۔ سلطان مراد اس زمانہ میں شہر بیجا کا محاصرہ کیے ہوئے ایشیائے کوچک میں پڑا تھا۔ شاہ سربیا ڈیوک جو دوشان کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ اس موقع کو مناسب سمجھ کر پاپائے روم کی امداد کا انتظار کئے بغیر سنیا اور ہنگری سے ایک بڑا لشکر جمع کر کے ۷۶۶ھ میں ادرنہ کی طرف بڑھا۔ ترکوں نے دریائے مرتضا کے کنارے پہنچ کر ان پر ایسا شب خون مارا کہ میدان میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ جو باقی بچے، وہ ابتری اور بدحواسی کے ساتھ بھاگ نکلے۔

کی خدمت میں حاضر ہوگئیں۔ اور دونوں نافرمان بیٹے پکڑ لئے گئے۔ مراد نے صاردجی کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر دی۔ اور چونکہ اس کو شبہ تھا کہ درپردہ اس سازش میں قیصر بھی شریک ہے۔ اس لئے قیصر نے بھی اس بدگمانی کو رفع کرنے کے لئے اپنے بیٹے کے ساتھ وہی سلوک کیا۔

۱۳۸۶ء میں جب خیرالدین پاشا مر گیا۔ اس وقت امیر قرہ مان نے یہ خیال کر کے کہ اب مجھے روکنے والا کون ہے۔ انگورہ پر چڑھائی کر دی۔ تیمور طاشس نے پہنچ کر اس کو مغلوب کیا۔ لیکن اس کی بیٹی کی سفارش سے جو سلطان کے نکاح میں تھی اس کا قصور معاف کر دیا گیا۔ اور اس کی ریاست پھر اس کو دیدی گئی۔ مگر سالانہ خراج لگا دیا گیا۔

اسی سال شاہ سربیا اور سیمین والی بلغاریہ نے پھر مل کر حملہ کیا۔ علی پاشا تیس ہزار فوج لے کر مقابلے کے لئے گیا اور قرطوہ اور شوملہ کو فتح کر لیا اور سیمین نے بھاگ کر نیکوپلی میں پناہ لی اور وہاں سے لشکر جمع کر کے لایا مگر شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔ سلطان نے اس کی لجاجت دیکھ کر قصور کو معاف کر دیا اور اس کی نصف سلطنت بھی چھوڑ دی۔

شاہ سربیا نے اب امیر البانیہ کو اپنے ساتھ بلا لیا۔ اور ۱۳۹۰ء میں قوصوہ میں ترکوں کا مقابلہ کیا۔ نہایت ہولناک جنگ پیش آئی۔ جو کئی دن تک جاری رہی۔ آخر وہ شکست کھا کر گرفتار اور قتل ہوا۔

اس معرکے میں سلطان کے بڑے بیٹے بایزید نے ایسی شجاعت اور بسالت کا اظہار کیا کہ اس کا لقب ایلدرم (صاعقہ) رکھا گیا۔

وفات میدانِ جنگ میں مراد جس وقت زخمیوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس وقت ایک نیم زخمی سربی سپاہی نے اس کو ایسا خنجر مارا کہ جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ ۶۵ سال کی عمر میں ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ نعش بروصہ میں لاکر آبائی مقبرہ میں دفن کی گئی۔

بایزید اول دایلدرم،

میدانِ قوصوہ ہی میں سنہ ۷۹۱ھ میں باتفاق ارکانِ دولت بایزید کی سلطنت کا جس کی ولادت سنہ ۷۶۱ھ میں ہوئی تھی اعلان کیا گیا۔ چونکہ اس کا بھائی یعقوب چلپی جو اس سے عمر میں چھوٹا لیکن جرأت اور ہمت میں ممتاز تھا اپنے دادا اورخان کی سنت کے مطابق کہ وہ اپنے بڑے بھائی علاءالدین کے ہوتے ہوئے سلطان بنادیا گیا تھا داعیہ سلطنت رکھتا تھا۔ اس وجہ سے امراء سے مشورہ اور علماء سے فتوی لے کر بایزید نے اس کو قتل کرادیا۔ تاکہ کسی قسم کی نزاع برپا نہ ہو سکے۔

سربیا کے جنگ جو باشندوں کی طرف سے مطمئن رہنے کے لئے ان کے مقتول بادشاہ کے بیٹے اسٹفن کو وہاں کا والی بنادیا اس شرط پر کہ سالانہ جزیہ دیتا رہے اور بروقت ضرورت فوجیں لاکر سلطانی سپاہ میں شریک ہو۔ اسٹفن نے بھی سلطان کی رضامندی اور مزید تقرب حاصل کرنے کے لئے اپنی بہن اس کے نکاح میں دے دی۔

فتوحات چوں کہ جنگِ قوصوہ میں در پردہ قیصر عمانویل بالیولاج کی شرکت ثابت ہوئی۔ اس وجہ سے بایزید نے مقام الاشہر کو جو فلاڈیلفیا کے نام سے رومیوں کا آخری مقبوضہ ایشیائے کوچک میں رہ گیا تھا۔ ضبط کر لیا۔ اور قسطنطنیہ پر بھی چڑھائی کی۔ دوران محاصرہ میں خبر آئی کہ والی فلاخ (رومانیہ کا ایک صوبہ) ڈیوک مانیس نے ادرنہ کے ارادے سے بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے۔ اس لئے قسطنطنیہ پر ایک فوج چھوڑ کر خود اس طرف گیا۔ ڈیوک مذکور نے شکست کھا کر دولت علیہ کی سیادت کو تسلیم کیا۔ اور سالانہ جزیہ دینے کا عہد لکھا۔ سلطان نے بدستور اس کا ملک اس کے قبضے میں رہنے دیا۔ تاکہ اپنے قوانین اور رسم کے مطابق حکومت کرتا رہے۔

ایشیائے کوچک میں امیر قرہ مان علاء الدین نے پھر قرب و جوار کے امرار کو متحد کر کے سرکشی اختیار کی۔ اور سپہ سالار تیمور طاش کو گرفتار کر لیا۔ بایزید یہ سن کر خود مقابلے کے لئے پہنچا۔ مقام آق چائے میں جنگ ہوئی جس میں علاء الدین مع اپنے دونوں بیٹوں محمد و علی کے گرفتار ہو گیا۔ سلطان نے اس کی ریاست کو ضبط کر لیا۔ اس کے بعد سیواس توقات اور اس کے اطراف کی ریاستیں بھی رقبہ عثمانی میں داخل کر لی گئیں۔ ان مقامات کے امراء نے بھاگ کر ریاست قسطمونی کے امیر کے پاس پناہ لی۔ سلطان نے سفیر بھیجا کہ ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ اس نے انکار کیا اس وجہ سے لشکر کشی کر کے اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔

معرکۂ صلیبی ۷۹۳ھ میں سلطان بایزید نے بلغاریہ کو فتح کر کے سلطنت میں شامل کرلیا۔ اور اس کے مقتول بادشاہ سیسین کے بیٹے کو جو مسلمان ہوگیا تھا۔ وہاں کا والی بنا دیا گیا۔ اس سے شاہ ہنگری سجمونڈ کو اپنے ملک کے لئے خطرہ پیدا ہوگیا۔ جس کی سرحدیں کئی مقامات پر ترکی سلطنت سے مل گئی تھیں۔ اس لئے اس نے یورپ کے بادشاہوں کو اکسایا۔ اور یورپ نے بھی اس کی درخواست پر صلیبی جنگ کا اعلان کردیا۔

سب سے پہلے کلیسا کی آواز پر ڈیوک برگنڈیا نے لبیک کہی اور اپنے بیٹے کاؤنٹ ڈی نیفر کو چھ ہزار منتخب بہادروں کے ساتھ جن میں اکثر شرفاء فرانس اور خود شاہی خاندان کے اراکین شامل تھے روانہ کیا۔ راستے میں بویریا اور آسٹریلے سے امراء اپنی اپنی فوجیں لے کر ان کے ساتھ شامل ہوتے گئے۔ جرمنی سے فریڈرک کاؤنٹ ہوہنسزلون اور اس کا لشکر نیز قدیس یوحنا اور شلیبی کی جماعت کے بہت سے نامور شہسوار جو روڈس سے آئے تھے ساتھ ہوگئے۔ ان صلیبی فدائیوں کے منصوبے یہ تھے کہ ترکوں کو شکست دیتے ہوئے درہ دانیال سے عبور کر کے ارض مقدس پر جہاں سے سلطان صلاح الدین اور ملک ظاہر بیرس نے ان کو نکال دیا تھا۔ پھر قبضہ کرلیں۔

یہ لوگ ہنگری پہنچے۔ اور وہاں کے بادشاہ کو معہ ان فوجوں کے جو اس نے جمع کر رکھی تھیں لے کر دریائے ڈینیوب سے عبور کر کے نیکوپلی کا محاصرہ کیا۔ شاہ

ہنگری نے والی فلاخ کو بھی جو ترکوں سے عہد کر کے گیا تھا اپنے ساتھ ملا لیا تھا
ہر چند کہ محاصرہ بہت سخت تھا۔ لیکن وہاں کے بہادر امیر ادعلان بک نے
نہایت پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اسے یقین تھا کہ سلطان اس شہر سے دستبردار
نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جلد آ جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ بایزید اس حملے کی خبر سنتے
ہی دو لاکھ سپاہ لے کر صاعقہ کی طرح پہنچ گیا۔ والی سربیا اسٹفن بھی جو باوجود صلیبوں
کے دباؤ کے اپنے پیمان سے نہیں پھرا تھا۔ ایک لشکر جرار لئے ہوئے ترکوں کے
ساتھ تھا۔

۲۷ ستمبر ۱۳۹۶ء مطابق ۷۹۸ھ کو مقابلہ ہوا۔ بایزید نے پہلے غیر نظامی
جماعت کو بڑھایا۔ جس کے بعد انکشاریہ تھے۔ پھر سواروں کے دستے اور منتخب نظامی
فوجوں کو لے کر خود ٹیلوں کے پیچھے کھڑا رہا۔

کاؤنٹ ڈی نیفر جو سارے صلیبی لشکر کا سپہ سالار تھا۔ فوراً مقابلے کے
لئے چلا۔ شاہ ہنگری نے اس کو روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ ترکوں کے انداز
جنگ سے میں کچھ واقف ہوں۔ اصلی قوت ابھی اس کے پیچھے ہو گی۔ مگر کاؤنٹ
جوش تہور میں رک نہیں سکا اور کل فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ ترکی فوجیں خفیف
مقابلہ کے بعد پسپا ہو گئیں۔ وہ اپنے خیال میں فتح کرتا ہوا آگے بڑھا۔ جب
ٹیلے کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ جہاں تک نظر جاتی ہے چمکتے ہوئے نیزوں
کا ایک بے پایاں نیستاں ہے۔

اب ترکی نظامی فوج نے سلطانی حکم کے مطابق جو قلب میں تھا میمنہ اور میسرہ دونوں جانب سے باقاعدہ پیش قدمی کی اور غنیم پر دباؤ ڈالا۔ وہ پیچھے مڑا۔ لیکن ادھر غیر نظامی اور انکشاری صفوں نے واپسی کی راہ مسدود کر رکھی تھی۔ بیچ میں پڑ کر ان کا بڑا حصہ مقتول ہوا۔ اور بقیہ گرفتار۔ کاؤنٹ ڈی نیفر بھی پکڑ لیا گیا۔

اس کے بعد نظامی دستہ نیز سربی لشکر ہنگری فوج کی طرف بڑھا۔ اور اس کے خون سے میدان لالہ زار بنا دیا۔ شاہ ہنگری نے چند ساتھیوں کے ساتھ بحال زار بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

سلطان کو معلوم ہوا تھا کہ ان صلیبیوں نے اپنے تمام مسلم قیدیوں کو جن کو انھوں نے سربیا اور اس کے نواح سے گرفتار کیا تھا۔ قتل کر ڈالا ہے اس وجہ سے ان کے اسیروں کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ بعض بعض امراء اور رؤسا جنھوں نے گراں بہا فدیئے اپنے گھروں سے منگا کر دیئے چھوڑ دیئے گئے۔ ان میں سے کاؤنٹ ڈی نیفر بھی تھا۔ بایزید نے اس سے عہد لیا تھا کہ پھر مقابلے کے لئے نہ آئے گا۔ لیکن جب وہ رہائی پا کر رخصت ہونے کے لئے آیا تو بایزید نے کہا کہ میں نے جو عہد تم سے لیا تھا اس سے بری کرتا ہوں۔ کیونکہ میرے لئے اس سے بڑی کوئی خوشی نہیں ہے کہ یورپین فوجیں لڑنے کے لئے آئیں۔ اور میں ان پر فتح حاصل کروں۔

اس عظیم الشان فتح کی بشارت تمام اسلامی ممالک میں بھیجی گئی۔ اور ہر

جگہ اس پر خوشی منائی گئی۔ قاہرہ کے خلیفہ عباسی متوکل علی اللہ نے بایزید کے نام جملہ علاقہ جات مفتوحہ کا فرمان لکھا۔

اس کے بعد سلطان نے آسٹریا اور جنوبی ہنگری پر فوجیں بھیجیں۔ جنھوں نے ان کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا۔ اور خود ایک فوج لے کر یونان پر حملہ آور ہوا۔ اور تسالیا وغیرہ کو فتح کرتا ہوا ایتھنس تک پہنچ گیا۔

واپسی پر قسطنطنیہ کے مسلمانوں کی شکایت پہنچی کہ قیصر ان کے مذہبی امور میں دست اندازی کرتا ہے۔ اس لئے پھر اس کا محاصرہ کیا۔ قریب تھا کہ فتح کر لے لیکن اسی درمیان میں ایشیائے کوچک کی طرف تیمور کے حملے کی خبریں پہنچیں اسی وجہ سے قیصر کے محض اس عہد نامے پر اکتفا کر لی کہ وہ دس ہزار سکۂ طلا سالانہ جزیہ دیا کرے گا۔ اور جو مسلمان یہاں رہتے ہیں۔ ان کے لئے ایک جداگانہ محکمہ شرعیہ قائم کرے گا۔ نیز ان کو جامع مسجد بنانے کا بھی حق دے گا۔

تیمور لنگ

ایشیائے کوچک کے اکثر امراء جن کی ریاستیں سلطنتِ عثمانی میں داخل کر لی گئی تھیں امیر تیمور سے جو ایران فتح کرتا ہوا ۸۰۳ھ میں اس طرف پہنچ گیا تھا جا کر مل گئے اور اس کو بایزید کے مقابلے کے لئے ابھارنے لگے۔ چنانچہ اس نے آرمینیہ کے شہر سیواس کو فتح کر لیا۔ اور وہاں کے امیر ارطغرل کو جو بایزید کا بیٹا تھا قتل کر ڈالا۔ اس پر بایزید کو نہایت طیش آ گیا۔ وہ فوجیں لے کر پہنچا۔ انگورہ کے متصل فریقین کا مقابلہ ہوا۔ بایزید نے بے مثل شجاعت کا اظہار

کیا۔ لیکن اس کی فوج کے بعض دستے جن کے سابق امرا، تیمور کے پاس تھے اپنے اپنے مالکوں سے جا کر مل گئے۔ اس وجہ سے اس نے شکست کھائی اور مع اپنے بیٹے موسیٰ کے گرفتار ہو گیا۔ تیمور بایزید کو تخت رواں پر جس کے اوپر ہر طرف سے لوہے کے جنگلے لگے ہوئے تھے اپنے ساتھ کوتاہیہ میں لایا۔ اور ایک سال تک وہاں رکھا اس اثنا میں ایشیائے کوچک کی اکثر ریاستوں پر ان کے امرا پر قابض ہو گئے ادہر مغرب میں بلغاریہ۔ سربیا اور فلاخ نے بھی اپنی اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔

بایزید دوسرے سال قیدکی تکالیف سے ۸۰۵ھ میں مرگیا تیمور کی اجازت سے اس کے بیٹے موسیٰ نے جو امیر کرمیاں کی حراست میں تھا اس کے جثہ کو لا کر بردصہ میں دفن کیا۔

نزاع تخت

بایزید کے کئی بیٹے تھے۔ جن میں سے سلیمان اس کی موت کے بعد ادرنہ میں تخت نشین ہو گیا۔ ادہر تیمور لنگ نے موسیٰ کو بردصہ میں بھیج دیا۔ اس نے وہاں اپنی سلطنت کا اعلان کیا۔ تیسرے بیٹے عیسےٰ نے تیمور طاش کی مدد سے موسیٰ کو شکست دیدی اور بردصہ کے تخت پر آگیا محمد بن بایزید نے بھی جو تیمور کے مقابلے میں بر سر جنگ تھا۔ اور توقات اور اماسیہ کو فتح کر چکا تھا سلطنت کا دعویٰ کیا۔ اور بردصہ میں پہنچ کر عیسیٰ کو قتل کر ڈالا۔ پھر موسیٰ کو جو امیر کرمیان کے پاس تھا۔ بلا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور ایک فوج دے کر سلیمان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ سلیمان ادرنہ کی فصیل کے متصل مارا گیا۔

موسیٰ نے سربیا کو بھی فتح کر لیا۔ اور خود سلطان ہونے کا ارادہ کیا۔ محمد نے قیصر سے مدد لے کر اس پر چڑھائی کی۔ اور متعدد جنگوں کے بعد آخر میں غلبہ حاصل کر کے سنہ ۱۴۱۶ء میں اکیلا دولت علیہ کا مالک ہو گیا۔

محمد اول (چلپی)

سلطان محمد کی ساری زندگی داخلی جنگوں میں ان ریاستوں پر قبضہ کرنے میں جو تیموری حملے کے بعد دوبارہ قائم ہو گئی تھیں صرف ہوئی۔ چونکہ وہ شجاعت کے ساتھ حلم کی بھی صفت رکھتا تھا اس وجہ سے کامیاب ہوا۔ جن رؤسا کی ریاستیں لیں۔ اُن کے ساتھ نرم برتاؤ کئے۔ قرہ مان کو جب فتح کیا تو اس کے امیر سے قرآن پر ہاتھ رکھوا کر اطاعت کا حلف لینے کے بعد اسی کو وہاں کا والی بنا دیا اس نے عہد شکنی کی مگر پھر اس کی خطا معاف کر دی۔ اسی طرح قرہ جنید جو بایزید کی طرف سے ازمیر کا والی تھا۔ لیکن استقلال کا دعویدار ہو گیا تھا۔ جب گرفتار ہوا تو اس کی خطا سے بھی درگذرا اور اس کو نیکوپلی کا امیر بنا کر بھیجدیا۔

پیر قلیجہ

ازنیک میں ایک شخص بدرالدین نامی نے جو پہلے موسیٰ کے لشکر میں قاضی تھا۔ ایک جدید مذہب نکالا جس میں کل انسان خواہ وہ

کسی فرقے یا کسی نسل کے ہوں بھائی بھائی تسلیم کیے گئے اور جملہ مال ومتاع میں سب کا حصہ برابر رکھا گیا۔ یہ مذہب مزدکی، ایرانی اور نیز موجودہ اشتراکی مذہب سے ملتا جلتا تھا۔ ایک مسلمان پیر قلیچہ مصطفےٰ۔ اور ایک یہودی طور لاق کمال نے اس کی اشاعت اور تبلیغ شروع کی۔ اس کے پیرووں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ سلطنت کے لئے خطرہ پیدا ہوگیا۔ پھر قلیچہ کے گرد ہزاروں مریدوں کا ہر وقت اجتماع رہتا تھا جو اس کو دادا سلطان کہتے تھے۔ سلطان محمد نے سسیمین والی بلغاریا کو جو مسلمان ہوگیا تھا۔ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ مگر پیر قلیچہ نے اس کو شکست دی اور اس کو قتل کر ڈالا۔ اس وجہ سے صدر اعظم بایزید پاشا فوج لے کر گیا۔ پیر قلیچہ پکڑا گیا۔ اور وہ اور اس کے متبعین قتل کر دیئے گئے۔ بدرالدین بھی سخت مقابلہ کے بعد مقدونیہ میں گرفتار ہوا اور مولانا سعید کے فتوے کے مطابق جو علامہ تفتازانی کے شاگرد تھے ۸۲۰ھ میں سولی پر چڑھایا گیا جس کے بعد اس فتنے کا خاتمہ ہوگیا۔

اس طرف سے ابھی کلی اطمینان حاصل نہیں ہوا تھا کہ ایک شخص مصطفےٰ نامی اس بنیاد پر سلطنت کا دعویٰ لے کر کھڑا ہوگیا کہ وہ سلطان بایزید کا بیٹا ہے۔ قرہ جنید والی نیکوپلی نے جس کی خطا سلطان معاف کر چکا تھا اس کا ساتھ دیا۔ اور والی فلاخ کی مدد سے اس کے لئے فوج جمع کی۔ وہ اس کو لئے ہوئے یونان میں تسالیا کی طرف بڑھا۔ مگر سلطانی فوج کی تاب مقاومت نہ لا کر سلانیک میں چلا گیا جس پر اس زمانے میں رومی قابض ہو گئے تھے۔ قیصر نے اس کو حمایت میں لے لیا۔

اور سلطان کو لکھا کہ میں ضامن ہوں آئندہ اس کی طرف سے کوئی فتنہ نہ ہوگا۔ سلطان نے اس کے گذارے کے لئے ایک لاکھ دوک سالانہ مقرر کر دیا۔ اور قرہ جنید کی بھی خطا معاف کر دی جو اس فتنہ کا اصلی محرک تھا۔

ان مصائب کے رفع ہونے کے بعد سلطان نے اپنی توجہ داخلی انتظامات کی طرف مصروف کی نیز ہمسایہ سلطنتوں سے عہدنامے کئے تاکہ ملک خطرات سے محفوظ رہے۔ اسی حالت میں ۸۲۴ھ میں وفات پائی۔

اس نے اپنے بیٹے مراد کے لئے سلطنت کی وصیت کی تھی جو اس وقت اماسیہ میں تھا اس وجہ سے صدر اعظم نے اس کی موت کو مخفی رکھا۔ اور اکتالیسویں دن جب مراد آگیا تو اس کی وفات کا اعلان کیا۔ نعش بروصہ میں دفن کے لئے بھیجی گئی۔

سلطان محمد چلپی علم و فن کا مربی اور شرع کا پابند تھا۔ اسی کے عہد سے سلطنت ترکی کی طرف سے سالانہ ایک معین رقم جس کا نام "صرہ ہمایونی" ہے حرمین شریفین کے خدام کے لئے بھیجنے کا دستور مقرر ہوا۔

مراد ثانی

سلطان مراد ۸۲۴ھ میں جبکہ اس کی عمر ۱۸ سال کی تھی تخت نشین ہوا۔ اب سے پہلے اس نے امیر قرہ مان کے ساتھ پانچ سال کے لئے مصالحت کی تاکہ اس عرصے میں سلطنت کے اندرونی انتظامات کو درست کر سکے۔ لیکن اسی عرصہ میں قیصر نے مطالبہ کیا کہ میرے ساتھ ہمیشہ کے لئے جنگ سے دستبرداری کا عہد لکھو اور اپنے بھائیوں کو ضمانتاً بھیجدو۔ نیز اپنے چچا مصطفےٰ کا سالانہ وظیفہ جاری رکھو۔ ورنہ میں اس کا ذمہ دار نہیں۔

مراد نے یہ مطالبات نامنظور کر دیئے۔ اس وجہ سے قیصر نے مصطفےٰ کو دس جنگی جہازوں کے ساتھ جس کا امیر دمتریوس لاسکارسیس تھا روانہ کیا۔ اس نے گیلی پلی کا محاصرہ کیا۔ لیکن فتح کئے بغیر ایک فوج وہاں چھوڑ کر ادرنہ کی طرف بڑھا۔ وزیر بایزید پاشا مقابلہ میں شکست کھا کر مارا گیا۔ اب مصطفےٰ نے خود سلطان پر چڑھائی

کی۔ مگر اس کے بعض امیروں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس لئے ہزیمت اٹھا کر گیلی پلی کی طرف بھاگا۔ راستے میں اس کی فوج کے ایک سپاہی نے اس کو پکڑ لیا۔ اور لا کر سلطان کے حوالے کر دیا۔ سلطان نے سولی پر چڑھا دیا۔

فتوحات

اب مراد نے انتقام کے لئے پوری قوت کے ساتھ قیصر پر چڑھائی کی لیکن اسی اثنا میں خبر آگئی کہ ایشیائے کوچک میں اس کے بھائی مصطفےٰ چلپی نے چند رئیسوں کی سازش سے سلطنت کا دعویٰ کر دیا۔ اس لئے ادہر گیا اور مصطفےٰ کو گرفتار اور قتل کیا۔ اس کے مددگاروں کو بھی سزائیں دیں۔ جس سے اس دیار میں رعب چھا گیا۔ امیر قسطمونی نے خوف زدہ ہو کر اپنی نصف ریاست سے دست برداری لکھ دی۔ اور اپنی بیٹی بھی اس کے نکاح میں دے دی۔

دوسرے سال قرہ جنید نے بغاوت کی اور ریاست آیدین پر متغلب ہو گیا۔ سلطان نے گرفتار کر کے اب کے بار اس خائن کو جو کئی بار عہد شکنی کر چکا تھا، سولی دے دی

آیدین کے بعد منتشا، صاروخاں، کرمیاں اور حمید وغیرہ ریاستوں کو جو تیمور کی بدولت نکل گئی تھیں پھر قبضے میں کیا۔ اور قرمان کے امیر محمدؐ کو قتل کر کے اس کے بیٹے ابراہیم کو وہاں کا رئیس بنا دیا۔

ان مہمات سے فارغ ہو کر یورپ کا رخ کیا۔ شاہ ہنگری نے ڈر کر دریائے ڈینوب کے سارے شمالی علاقے حوالہ کر دیئے۔ اور دہی دریا دونوں ملکوں میں حد فاصل

قرار پایا۔ سربیا جارج برنکوفتش نے بھی پچاس ہزار دوک سالانہ جزیہ دینے کا عہد کیا۔ نیز یہ کہ بروقت ضرورت فوج لے کر حاضر ہوا کرے گا۔ اور وسط سربیا میں مقام کروشیمانسکو خالی کردیا کہ اس میں سلطانی فوج رہے۔

وہاں سے واپس آکر رومیوں سے سلانیک واپس لیا اور بلاد ارناؤط و البانیہ پر بھی قبضہ کیا تاکہ قسطنطنیہ کا تعلق ہر طرف سے منقطع ہو جائے۔ اور اس کو کہیں سے امداد نہ مل سکے۔

والیٔ فلاخ نے بھی جس کا لقب ڈراگون (شیطان) تھا۔ بابِ عالی کی سیادت تسلیم کی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد شاہ ہنگری کے اشارے سے امیر البانیہ اسکندر بیک کو ساتھ ملا کر بغاوت کی۔ مراد نے فوراً پہنچ کر ان کو مغلوب کیا۔ پھر ہنگری تاخت وتاراج کر کے وہاں سے ہزاروں قیدیوں کو پکڑ لایا۔

سنہ ۸۴۲ھ میں والی سربیا نے پھر سرکشی اختیار کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مراد نے سمندریہ کو جو سربیا کے پایۂ تخت بلغراد کے قریب ہے فتح کر لیا۔ والی سربیا نے بھاگ کر ہنگری میں پناہ لی۔

ہونیاد مراد نے ٹرانسلوانیا کی طرف لشکر بھیجا۔ جس نے مقام ہران ساد کا محاصرہ کیا۔ امیر ہونیاد نے جو ہنگری فوجوں کا سپہ سالار تھا پہنچ کر مدافعت کی۔ ایسی سخت جنگ ہوئی کہ جس میں بیس ہزار ترک شہید ہوئے اور باقی ہزیمت اٹھا کر واپس آئے۔ مراد نے پھر اسی ہزار فوج بھیجی۔ مگر ہونیاد نے

اس کو شکست دے دی۔ اور اس کے سپہ سالار شہاب الدین کو گرفتار کرلیا۔

ہونیاد کی شجاعت کی شہرت سن کر پوپ نے یورپ میں جنگ صلیبی کا اعلان عام کیا جس کی وجہ سے ہنگری کے علاوہ پرشیا، پولینڈ، اور سربیا وغیرہ کے جنگجو جوق در جوق جمع ہو گئے۔ ہونیاد نے ان سب کو ساتھ لے کر چڑھائی کی اور نیشن میں پہنچ کر سلطان کو شکست دیدی۔ ایشیائے کوچک میں امیر قرہ مان نے موقع دیکھ کر بغاوت کردی۔ اور بروصہ کا محاصرہ کرلیا مراد نے مجبوراً ہونیاد کے ساتھ مصالحت کی جس میں فلاخ کی آزادی کو بحال کیا۔ اور اس پر سے اپنی سیادت اٹھالی۔ سربیا کے مفتوحہ مقامات واپس کئے اور ہنگری سے دس سال تک جنگ نہ کرنے کا عہد لکھا۔

اسی زمانے میں اس کا بڑا بیٹا علاء الدین انتقال کر گیا۔ ان پے در پے حادثوں کا اس کے اوپر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اپنے بیٹے محمد کو جس کی عمر ۱۴ سال کی تھی تخت پر بٹھادیا۔ اور خود ولایت آیدین میں جاکر گوشہ نشین ہو گیا۔ لیکن چند مہینے بھی گذرنے نہیں پائے تھے کہ ۸۴۶ھ میں شاہ ہنگری نے پوپ کے ایک فرستادہ کاردنیال نامی کے اغواء سے کہ مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ بلا لحاظ پیمان کے بلغاریہ پر جو عثمانی قبضے میں تھی حملہ کردیا۔ مراد کو وزراء کے اصرار سے ناچار گوشۂ خلوت سے نکلنا پڑا۔ اس نے فوج لے جاکر مقام ورنہ میں جو بحر اسود کے کنارے ہے بدعہدوں کو شکست دی۔ شاہ ہنگری مقتول ہوا اور کاردنیال بھی جو

اس نقشے کا اصل بانی تھا۔ ہونیاد کی شجاعت اس روز کچھ کام نہ آئی۔ ہزیمت خوردہ فوج کے ساتھ بھاگا۔ اور ترکوں نے بے شمار مالِ غنیمت پایا۔

اس فتح کے بعد سلطان نے پھر محمد کو تخت پر بٹھادیا۔ اور خود گوشہ نشین ہوگیا۔ مگر انکشاریہ کی بغاوت کی وجہ سے دوبارہ بلایا گیا۔ ان کو قابو میں لانے کیلئے یونان میں مورہ کی طرف رخ کیا۔ اسی جنگ میں قلعہ کورنتہ کے محاصرہ میں جو رومیوں نے مدافعت کے لئے بنایا تھا۔ ترکوں نے پہلی بار توپ کا استعمال کیا۔

البانیہ میں اسکندربیک کی سرکشی بڑھتی جاتی تھی۔ اور گو اس نے خاص سلطانی محل میں تربیت پائی تھی۔ مگر ہونیاد کے بعد دولتِ علیہ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ مراد نے چڑھائی کی۔ دو شہر بھی فتح کرلئے۔ مگر اسی درمیان میں ہونیاد بہت بڑا صلیبی لشکر جو یورپ کے مختلف ملکوں سے جمع ہوا تھا لے کر قوصوہ کی طرف آیا۔ مراد نے پلٹ کر مقابلہ میں صف آرائی کی اور سنہ ۸۵۲ھ میں اس پر اسی طرح فتح حاصل کی جس طرح سنہ ۷۹۱ھ میں بایزید نے اسی میدان میں شاہ سربیا پر حاصل کی تھی۔

اس جنگ میں صلیبیوں کی ناکامی کا بڑا سبب ان کا تعصب تھا۔ اہل ہنگری و پولینڈ رومی کلیسا کے تابع تھے۔ اور سربیا والے یونانی چرچ کے۔ شاہ سربیا نے ہونیاد سے پوچھا کہ اگر تم کو فتح حاصل ہوگئی تو کیا کروگے؟ اس نے جواب دیا کہ سب کو کیتھولک بنا کر چھوڑدوں گا۔ پھر اس نے یہی سوال مراد کے پاس بھیجا۔ مراد نے لکھا کہ میں ہر مسجد کے پہلو میں ایک کنیسہ بنوادوں گا۔ کہ جس کا جی چاہے مسجد میں آئے

اور جس کا جی چاہے کنیسہ میں جلائے۔ اس وجہ سے شاہ سربیا نے متعصب کیتھولکوں پر مسلمانوں کو ترجیح دی۔ اور اس کا ساتھ چھوڑ دیا جس کی وجہ سے ہزیمت ہوئی۔

اس فتح کے بعد مراد نے پھر البانیا پر فوج کشی کی اور اسکندر بیک کو محصور کر لیا۔ اس نے مجبور ہو کر سالانہ خراج دینا منظور کیا اور عہدنامہ لکھ دیا۔ مراد واپس آیا اور ۸۵۵ھ میں انتقال کر گیا۔

محمد ثانی فاتح

سلطان محمد کی ولادت ۲۶ رجب ۸۳۱ھ میں ہوئی تھی۔ اس کے باپ نے دو بار اس کو تخت نشین کرا کے گوشہ نشینی اختیار کی۔ مگر دشمنوں کے مقابلے کے لئے پھر اس کو واپس آنا پڑا۔ اس کے انتقال کے بعد ۸۵۵ھ میں تیسری بار تخت پر بیٹھا۔ ہمسایہ سلطنتوں کی طرف سے سفرا مبارکباد دینے کے لئے آئے۔ ایشیائے کوچک میں طربزون اور قرہ مان کی ریاست دونوں خلفشار کا موجب تھے۔ اس وجہ سے قرہ مان کو سلطنت عثمانی میں داخل کر لیا۔ اور طربزون پر سالانہ خراج لگایا

فتح قسطنطنیہ

باپ کی وصیت کے مطابق چونکہ قسطنطنیہ کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس لئے پہلے باسفورس کے یورپی ساحل پر ایک حصار اس حصار کے مقابلہ میں جو ایشیائی کنارے پر سلطان بایزید نے بنایا تھا تعمیر کرایا۔ پھر محاصرہ کا کل سامان تیار کیا۔ ہنگری کے ایک صناع سے بڑی توپیں

بنوائیں جن کے کھینچنے کے لئے ساٹھ ساٹھ جوڑ بیل لگتے تھے۔ دوسرے سال ادرنہ سے خود نوے ہزار فوج لے کر چلا اور امیر بالسطہ اوغلی کی قیادت میں جنگی کشتیاں روانہ کیں کہ سمندر کی طرف سے محاصرہ رکھے۔ لیکن وہاں قیصر کی امداد کے لئے جینوا کے جہاز آ گئے تھے۔ نیز رومیوں نے غلطہ سے استانبول تک حفاظت کے لئے سمندر میں زنجیریں باندھ دی تھیں۔ ترکی بیڑے نے مقابلہ کیا مگر شکست کھا گیا اس وجہ سے سلطان محمد نے خشکی میں چھ میل تک لکڑی کے تختے ڈال کر روغن اور چربی سے ان کو چکنا کیا۔ اور راتوں رات ۸۰ کشتیاں حصے قاسم سے گزار کر قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے پہنچا دیں۔ بری فوج نے مناسب فاصلے پر توپیں نصب کیں۔

سلطان نے ۲۹ مئی ۱۴۵۳ء کی صبح کو عام حملے کا وقت مقرر کیا تھا۔ اس رات تمام معسکر میں چراغاں کیا گیا۔ اور ساری فوج دعا اور عبادت میں مصروف رہی صبح ہوتے ہی فصیل کی طرف بڑھی۔ رومیوں نے نہایت ہمت اور پامردی سے مدافعت کی۔ یہاں تک کہ قیصر قسطنطین اسی جنگ میں مارا گیا۔ لیکن اس ناقابل تسخیر شہر کے فتح ہونے کا وقت آ چکا تھا۔ فصیل توپ کے گولوں سے ٹوٹی اور کشتیوں سے سپاہی نکل کر اندر داخل ہو گئے۔ سلطان انکشاری فوج کے ساتھ تھا۔ جس وقت مشہور کنیسہ ایا صوفیا کے دروازے پر پہنچا۔ اس میں اذان دلوائی۔ اور ظہر کی نماز پڑھی۔ اس وجہ سے یہ کنیسہ جامع مسجد ہو گیا۔

سلطان نے رومیوں کے ساتھ نہایت نرم برتاؤ کیا۔ ان کے دینی معاملات میں مطلق دخل نہیں دیا۔ اور پوری مذہبی آزادی بخشی۔ ایک بطریک کی کرسی نصب کیکے ان کے معاملات اس کے متعلق کردیئے۔ اور بجز چند کنیسوں کے جو مسجدوں میں تبدیل ہوچکے تھے سب ان کو دیدیئے: نیز راہبوں اور کششیشوں کو ہر قسم کی خدمات اور محصولات سے مستثنیٰ کردیا۔ یہ خبریں سن کر جو رومی خوف سے وہاں سے بھاگ گئے تھے واپس آکر پھر آباد ہوگئے۔ اور امن و آسائش سے رہنے لگے۔

اس فتحِ عظیم[1] کی خوشی میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق ہوئی تھی۔ تمام عالمِ اسلام میں جشن منایا گیا۔ اور ہر طرف سے ملوک و

---

[1] وان کریمر نے لکھا ہے کہ ابتدا سے محمد فاتح کے عہد تک قسطنطنیہ پر ۲۹ حملے ہوئے جن کی تفصیلات بھی اس نے درج کی ہیں۔ ہمارے مورخوں کے بیان کے مطابق مسلمانوں کے حملے زیادہ ہوئے جس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جیسا کہ صحیح بخاری و دیگر کتب وحدیث میں مروی ہے کہ "میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا اس کو اللہ نے بخش دیا ہے" نیز یہ بھی کہا تھا کہ "تم ضرور قسطنطنیہ فتح کروگے اور وہ فاتح فوج بھی خوب ہے اور اس کا امیر بھی خوب ہے" یہ روایت امام حاکم اور امام احمد بن حنبل کی مسند اور ابن عبدالبر کی استیعاب میں ہے۔ چنانچہ پہلا لشکر امیر معاویہ نے ۴۸ھ میں بحر و بر دونوں راستوں سے سفیان بن عوف اور یزید بن معاویہ کی قیادت میں بھیجا۔ بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت ابوایوب انصاری (باقی ص ۵۸ پر)

سلاطین و علماء و شعراء نے سلطان کو مبارکباد بھیجی۔ بلدہ طیبہ ۸۷۵ جو قرآنی آیت کا ٹکڑا ہے۔ اس فتح کی تاریخ ہوئی۔ سلطان نے اس وقت سے اسی کو دارالخلافہ قرار دیا اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار پر ایک جامع مسجد تعمیر کرائی۔ جس میں سلاطین عثمانیہ کی تاج پوشی کی رسم ادا کی جانے لگی۔

سلطان محمد کی عمر اس وقت ۲۶ سال کی تھی۔ یعنی سکندر اعظم سے جب اس نے گرانیکوس کی مہم سر کی ہے تین سال زیادہ اور نپولین اول سے جب اس نے معرکہ لودی میں کامیابی حاصل کی ہے تین سال کم۔

دیگر فتوحات

۸۶۰ھ میں سربیا کے بادشاہ کے مرجانے پر اس کے بیٹوں میں نزاع پیدا ہوئی۔ سلطان نے اس کو اپنی

(بقیہ نوٹ ص۵۵) میزبان رسول، عبادہ بن صامت۔ ابوالدرداء۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم جو اس وقت زندہ تھے۔ موعودہ مغفرت حاصل کرنے کے لئے مدینہ سے آکر اس میں شریک ہوگئے تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری دوران محاصرہ ہی میں وفات پا گئے اور قسطنطنیہ کی فصیل کے متصل دفن کئے گئے۔ دوسرا حملہ ۹۸ھ میں سلیمان بن عبدالملک کے عہد میں ہوا۔ تیسرا ہشام کے عہد ۱۲۱ھ میں، چوتھا مہدی عباسی کے زمانہ ۱۶۵ھ میں بقیادت ہارون الرشید، پانچواں ملک شاہ سلجوقی کا۔ چھٹا اور ساتواں بایزید یلدرم کا۔ آٹھواں مراد ثانی کا ۸۲۵ھ میں۔ اور نواں یہی آخری حملہ محمد ثانی کا تھا جس میں یہ شہر فتح ہوگیا۔

سیادت میں لے لیا۔ وہاں سے بلغراد کی طرف بڑھا۔ ہونیاد نے سخت مقابلہ کیا
جس میں ۲۴ ہزار ترک شہید ہوئے۔ خود سلطان بھی مجروح ہوا۔ اور بے نیل مرام
واپس آیا۔ مگر ہونیاد اس قدر زخمی ہوا تھا کہ جان بر نہ ہو سکا۔ اور بیس روز کے بعد
مرگیا۔ اس کی موت سے عثمانیوں کے سب سے بڑے دشمن کا خاتمہ ہو گیا

سنہ ۸۶۳ھ میں مورہ اور پھر بوسنیا کو فتح کیا۔ ایشیا میں طربزون اور اسفندیار
دونوں ریاستیں سلطنت میں شامل کر لی گئیں۔

سلطان نے بیڑہ کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کی اور اس کو اس قدر
قوی بنایا کہ جنیوا اور وینس کے بیڑوں سے جو اس وقت نامور تھے ترکی بیڑہ فائق تر
ہو گیا۔

سنہ ۸۸۱ھ میں حسن اوزن نے جو فرات سے آمو دریا تک قابض تھا عثمانیوں
کی حدود میں تاخت و تاراج شروع کی۔ سلطان نے خود پہنچ کر آذربیجان کے متصل
اس کو ایسی شکست دی کہ پھر وہ کبھی مقابلہ میں نہ آیا۔

سنہ ۸۸۳ھ میں البانیا کے قلعہ جات کر دیا اور اشقودرہ کو لیا۔ پھر ہنگری
کی طرف فوج بھیجی جس نے ٹرانسلوانیا کو فتح کیا۔ وہاں کا ڈنٹ کینس نے پہنچ کر
ترکوں کو شکست دی۔ جس میں وہ کثرت سے قتل اور گرفتار ہوگئے۔ ہنگریوں نے
عداوت کے وحشیانہ جوش میں اسیروں کو قتل کر کے ان کی نعشوں پر فرش بچھا کر
کھانے کھائے۔ پوپ نے "بطل ابیض" ہونیاد کی جگہ پر کاؤنٹ مذکور کو "حامی

دین" کا خطاب دیا۔

۸۸۴ھ میں جزائر بحر روم فتح کرتے ہوئے سلطانی ارادے کے مطابق صدر اعظم کدک احمد پاشا روڈس پر قبضہ کرنے کے لئے بڑھا لیکن صرف اوترانت کو فتح کر کے رک گیا۔

ارض مقدس سے نکالی ہوئی جماعت قدیس یوحنا اور شلیمی کے رہبانوں کا مرکز روڈس میں تھا۔ یہ ہمیشہ یورپ کو صلیبی جنگ کے لئے بھڑکاتے رہتے تھے ترکی بیڑے نے تین مہینے تک اس جزیرہ کا محاصرہ رکھا لیکن فتح نہ ہو سکا۔

وفات ۴ ربیع الاول ۸۸۶ھ میں سلطان محمد نے وفات پائی۔ قسطنطنیہ میں شاہی مقبرے کے لئے جو زمین اس نے متعین کی تھی۔ اس میں دفن ہوا۔

سلطان محمد سلاطینِ عثمانیہ میں نہ صرف فتح قسطنطنیہ بلکہ انتظامات کے لحاظ سے بھی ممتاز ہے۔ اس کے عہد میں سارے ملکی و فوجی انتظامات نئے سرے سے مرتب کئے گئے اور جدید قوانین وضع ہوئے۔ لیکن تعزیرات میں بجائے شرعی حدود کے جرمانے رکھے گئے مکاتب و مدارس کثرت سے قائم ہوئے اور متعدد جوامع تعمیر ہوئیں۔

بایزید ثانی

سلطان محمد ثانی کے بعد اس کا بڑا بیٹا بایزید ۸۸۶ھ میں سریر سلطنت پر آیا۔ اس کے بھائی امیر جمؔ نے بروصہ پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کا اعلان کر دیا۔ انکشاری فوج مقابلہ کے لئے بھیجی گئی۔ جمؔ شکست کھا کر بھاگا۔ اور مصر میں پہنچا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد روڈس کی صلیبی جماعتوں کے پاس چلا گیا۔ ان لوگوں نے سلطان کو لکھا کہ اگر چالیس ہزار ڈوک سالانہ اس کے گذارہ کے لئے مقرر کر دیا جائے تو ہم اس کو اپنی حفاظت میں رکھیں گے۔ سلطان نے منظور کر لیا۔

اہل روڈس نے اس قول کو وفاداری کے ساتھ نباہا اور باوجود شاہ ہنگری و جرمنی کی کوششوں کے بھی جو امیر جمؔ کو مانگتے تھے۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے ترکی سلطنت میں فتنے برپا کریں اس کو نہیں دیا۔ اور جب زیادہ دباؤ پڑا تو پوپ نیساں ہشتم کے پاس امانتاً روما میں بھیج دیا۔

پوپ بھی اس کا سالانہ وظیفہ سلطان سے منگاتا رہا۔ ایک بار یہ بھی لکھا کہ اگر سلطان تین لاکھ ڈوکٹ دیدے تو اس حریف سے اس کو ہمیشہ کے لئے نجات مل سکتی ہے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہوئے کہ اس قدر رشوت ملے کر وہ اس کو ہلاک کرنے کے لئے تیار ہے۔

اسی دوران میں شارل ہشتم شاہ فرانس نے قسطنطنیہ واپس لینے کے لئے لشکر کشی کی۔ اس کا خیال تھا کہ اطالیہ اور ساحل ایڈریاٹک پرونیس سے گذرتا ہوا وہاں تک پہنچ کر فتح کرے گا۔ لیکن یہ سلطنتیں مختلف وجوہ سے اس کے راستے میں حائل ہوگئیں۔ اس لئے پہلے اس نے روما کا محاصرہ کیا اور امیر جمیم کو لے لیا۔ مگر پوپ نے حوالگی سے پہلے اس کو ایک بطیئی الاثر زہر پلا دیا تھا۔ جس کے اثر سے چند دنوں کے بعد وہ مرگیا۔ شارل نے اس کی نعش آستانہ میں بھیج دی جو برصہ میں دفن کرائی گئی۔

فتوحات

بایزید امن پسند اور صلح جو تھا۔ اس وجہ سے اس کے زمانے میں قابل ذکر فتوحات نہ ہوسکیں۔ سلطان محمد کے عہد میں پورا بلقان فتح ہوچکا تھا۔ صرف بلغراد رہ گیا تھا جس پر ہنگری قابض تھی۔ بایزید نے ہر چند کوشش کی مگر اس کو نہ لے سکا۔

مصریوں نے ادنہ اور ترسوس دو عثمانی شہروں پر جو ان کے حدود کے متصل تھے قبضہ کر لیا تھا۔ ۸۹۳ھ میں بایزید نے فوجیں جمع کرکے مصر پر چڑھائی کا ارادہ

کیا۔ مگر بلائے تونس نے بیچ میں پڑکر اسلامی ہمدردی کے باعث باہم صلح کرا دی۔

حسن اوزون کے انتقال کے بعد شاہ اسمٰعیل صفوی نے ایران میں شیعی حکومت قائم کرلی تھی۔ اور نہایت زور شور کے ساتھ اس مذہب کی ترویج کررہا تھا۔ اس کے اعوان میں سے ایک شخص شاہ قول نامی اناطولیہ میں آیا۔ اور باشندوں میں تشیع پھیلا کر بغاوت پر آمادہ کرنے لگا۔ اناطولیہ کے امیر نے اس کو وہاں سے نکال دیا۔ اس نے کوتاہیہ میں پہنچ کر اپنا جتھا قائم کیا۔ صدر اعظم نے علی پاشا کو ایک فوج دے کر مقابلے کے لئے بھیجا۔ جنگ میں شاہ قول اور علی پاشا دونوں مارے گئے۔

یورپ

بایزید ہی کے عہد میں دولت علیہ کے تعلقات یورپین سلطنتوں کے ساتھ شروع ہوئے۔ ۸۹۷ھ میں پہلا روسی سفیر ماسکو سے تحفے اور ہدیے لے کر آیا اور اپنے ملک کے تاجروں کے لئے عثمانی قلمرو میں چند امتیازات حاصل کئے۔

سلطنت پولونیا سے بھی اسی سال بغدان (رومانیہ کا ایک حصہ) کے متعلق عہدنامہ ہوا۔ اہل بغدان نے دولت علیہ کی سیادت قبول کی۔ اور ہنگری کا قبضہ وہاں سے اٹھا دیا۔

ڈیوک میلانو، جمہوریہ فلارنس اور نیز پوپ اسکندر سادس نے بھی دوستی کا ہاتھ عثمانی سلطان کی طرف بڑھایا۔ تاکہ اس کی بری اور بحری قوتوں سے اپنے مخالفین

کے مقابلے میں امداد حاصل کر سکیں۔

جمہوریہ وینس ترکوں کی مخالف تھی۔ اس وجہ سے بایزید نے اس پر فوج کشی کی۔ ترکی بیڑہ نے بعض یونانی جزائر جو وینس کے قبضے میں تھے فتح کر لئے اور بری فوجیں بوسنیا میں داخل ہو گئیں۔

اہل وینس نے شاہانِ یورپ اور پوپ کی مدد سے جزیرہ مدللی پر محاصرہ کیا لیکن ترکوں نے شکست دی اور رودسٹر پر بھی قابض ہو گئے۔ اسی درمیان میں سلطان کے بیٹوں کی بغاوت کی وجہ سے اندرونی اضطراب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے صلح کر لینی پڑی۔ ورنہ وینس کے بقیہ حصے بھی فتح ہو جاتے۔

اندلس بایزید ہی کے عہد میں اندلس کے مسلمان اپنی شامتِ اعمال سے عیسائیوں کے ہاتھوں تباہ ہوئے۔ آخری دولتِ غرناطہ بنی احمر نے اس مصیبت میں بایزید سے مدد مانگی لیکن اس نے کچھ زیادہ توجہ نہ کی۔ صرف ایک معمولی بیڑہ امیر البحر کمال کی قیادت میں بھیجدیا۔

عزلت بایزید کے تین بیٹے تھے جن میں سے بڑے بیٹے احمد کو وہ تخت نشین کرنا چاہتا تھا۔ لیکن انکشاریہ اس سے راضی نہیں تھے۔ اس لئے انہوں نے شاہزادہ سلیم کو جو جنگجو، بہادر اور ان میں ہر دلعزیز تھا۔ ۹۱۸ھ میں سلطان بنا دیا بایزید مجبوراً تخت چھوڑ کر گوشہ نشینی کے ارادے سے روانہ ہوا۔ مگر راستہ ہی میں انتقال کر گیا۔

بعض مورخوں کا خیال ہے کہ اس خوف سے کہ کہیں جم بھی سلطان مراد کی طرح پھر تخت پر واپس نہ آجائے اس کو زہر دے دیا گیا تھا۔

سلطان بایزید نیک مزاج، علم دوست اور صوفی منش تھا۔ بعض لوگ اس کو بایزید ولی کہتے تھے۔ اس کا وزیر داؤد پاشا بھی اسی قسم کا نیک نہاد شخص تھا۔

سلیم اوّل

بایزید کے انتقال کے بعد سلیم ادرنہ میں گیا۔ وہاں سفراء و دول نے اس کو سلطنت کی مبارکباد دی۔ احمد اور کرکود اس کے دونوں بھائی بڑی بڑی جمعیتوں کے ساتھ تخت حاصل کرنے کے لئے اٹھے۔ مگر سلیم نے شکست دے کر دونوں کو گرفتار کر لیا اور قتل کر ڈالا۔

شاہ اسمٰعیل

ایران میں شاہ اسمٰعیل صفوی کا نفوذ و اثر بڑھ رہا تھا۔ اس نے شروان کو فتح کر کے تبریز کو مرکز بنایا تھا۔ نیز خراسان، دیار بکر اور عراق عرب پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ عثمانیوں کی طاقت توڑنے کے لئے سلیم کے مقابلے میں اس نے احمد کو مدد دی نیز مصریوں کے ساتھ ترکوں سے لڑنے کے لئے معاہدہ کیا۔ اور خود اناطولیہ میں اپنے گماشتے بھیجے کہ لوگوں کو تلقین کر کے سنی ترکوں سے منحرف کر دیں۔

سلیم ان حالات سے بے خبر نہ تھا۔ اس نے سب سے پہلے سرحدی علاقہ میں ان لوگوں کو جو شیعہ ہو گئے تھے۔ اور جن کی تعداد چالیس ہزار بیان کی جاتی ہے اچانک

قتل کرادیا[1]۔ اور پھر ایران پر لشکر کشی کی۔ شاہ اسمٰعیل نے مقام چالدیران میں ترکی توپوں کے سامنے شکست کھائی اور سنہ ۹۲۰ھ میں ترک تبریز میں داخل ہو گئے۔ سلیم تین ماہ وہاں رہا۔ اپنے دربار کے مشہور عالم ملا ادریس کو دیار بکر میں بھیجا جن کے سمجھانے سے اکثر کرد قبیلوں نے اطاعت اختیار کرلی۔

ریاست ذوالقدریہ کے امیر نے جو مصریوں کے ماتحت تھا۔ ترکی افواج کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالی تھیں۔ اس لئے اس کو گرفتار کرلیا۔ اور اس کا سر کاٹ کر سلطان مصر قانصوہ غوری کے پاس بھیج دیا۔ غوری نے سفیر بھیج کر مطالبہ کیا کہ حسب دستور سابق ذوالقدریہ میں خطبہ اس کے نام کا پڑھا جائے۔ سلیم نے جواب دیا کہ میں آتا ہوں۔ اگر کسی میں ہمت ہے تو وہ مصر میں اپنے نام کے خطبے کی حفاظت کرے۔

فتح مصر

سلیم نے ساز و سامان درست کرکے پوری قوت کے ساتھ مصر پر چڑھائی کی مقام مرج دابق میں مصریوں نے ہزیمت اٹھائی۔ اور غوری گھوڑے سے گر کر ہلاک ہوا۔ سلیم شام اور فلسطین پر قبضہ کرتا ہوا صحرا کی راہ سے مصر پہنچا۔ سلطان طومان بائے نے جو غوری کے بعد تخت پر بیٹھا تھا۔ مدافعت کی لیکن ترک قاہرہ میں داخل ہو گئے۔ طومان بائے گرفتار ہوا۔ اور چند روز بعد سولی پر چڑھا دیا

---

[1] مذہبی تعصب کی یہ مثال یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سلیم باوجود اس قدر خون ناحق بہانے کے بھی ترکوں کے نزدیک عادل ہی رہا۔

گیا۔ اس وقت سے مملکتِ مصر عثمانی قلمرو میں داخل ہو گئی۔

سلیم نے قاہرہ میں ایک مہینے رہ کر وہاں کے امراء، علماء، اور اعیان کو انعام واکرام سے خوش کیا اور آثار و مقابر کی زیارتیں کیں۔

خانہ کعبہ کے محمل کے جلوس میں بھی شریک ہوا۔ اور خدام حرم کے لئے صرۂ ہمایونی بھیجا۔ شریف مکہ ابوالبرکات نے فتح مصر کی تہنیت اور خانہ کعبہ کی کنجی بھیجی۔ اس وقت سے سلیم نے "خادم الحرمین الشریفین" کا لقب اختیار کیا جو اس کے جانشینوں میں متوارث چلا آیا۔

ملک مصر کا سارا انتظام مکمل کر کے خیر بک کو جو غوری کے امراء میں سے تھا۔ وہاں کا والی بنایا۔ اور ۷ رجب ۹۲۳ھ کو واپس چلا۔ راستے میں صحرائے عریش میں صدر اعظم یونس پاشا سے جو حملہ مصر کا مخالف تھا فرمایا کہ دیکھا! اللہ تعالیٰ نے کیسی کامیابی عطا فرمائی۔ اس نے کہا بیشک لیکن اس نقصان سے بچنے کی کیا صورت ہے کہ نصف ترکی فوج آپ نے اس خیانت کار خیر بک کے ہاتھ میں چھوڑ دی ہے جو معلوم کس وقت اس کو ذبح کر کے مصر پر متغلب ہو جائے۔ سلیم کو یہ سننے کی تاب کہاں تھی برافروختہ ہو کر فوراً اس کو قتل کرا دیا۔ اور پیر محمد پاشا کو جس کی رائے سے مصر پر چڑھائی کی تھی۔ صدر اعظم مقرر کر دیا۔

رمضان کے مہینے بھر دمشق میں قیام کیا۔ وہاں شیخ محمد محی الدین بن عربی کی قبر پر جامع مسجد تعمیر کرائی۔ اور بڑی شان کے ساتھ اس میں نماز جمعہ ادا کی۔

خلافت | ۲۴ رجب ۹۲۴ھ کو آستانہ پہنچا۔ متوکل علی اللہ ثالث آخری خلیفہ

عباسی کو مصر سے اپنے ساتھ لیتا گیا تھا۔ خلیفہ مذکور نے جامع ایا صوفیا میں خلافت اور اس کے تبرکات یعنی سیف۔ علم اور ردا، نبوی سلطان سلیم کے حوالے کر دیئے۔ اس وقت سے خلافت عثمانی آلِ عثمان کے ہاتھوں میں آگئی۔

یورپ سلطنت اسپین کی طرف سے سفیر نے آکر درخواست کی کہ قدس شریف میں حسب دستور اسپین کے عیسائیوں کو زیارت کی آزادی ہے اس کے مقابلہ میں جو رقم سالانہ ہم مصری حکومت کو دیتے تھے۔ دولت علیہ کے خزانے میں بھیجتے رہیں گے۔ سلطان نے اس کو منظور فرمایا۔ جمہوریہ وینس کی طرف سے بھی جزیرہ قبرص کا دو سال کا خراج جو باقی تھا موصول ہوا۔

اس فرصت میں سلیم جزیرہ روڈس کو فتح کرنے کے لئے بحری اور ایران پر لشکر کشی کرنے کے لئے بری فوجیں تیار کر رہا تھا۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی اور ۸ر شوال ۹۲۶ھ کو انتقال کر گیا۔ عمر ۵۴ سال تھی۔

سلطان سلیم خونریز اور سفاک تھا۔ لڑائیوں میں اس کی شجاعت اور دلاوری ضرب المثل تھی۔ اور انصرام مہمات میں نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اس کے انتظام اور رعب کی وجہ سے اس کے عہد میں کوئی بغاوت نہیں ہو سکی۔ صرف ایک بار اسمٰعیل کے مریدوں میں سے ایک شخص جلال نامی نے اناطولیہ میں آکر مہدویت کے ادّعا سے کچھ لوگوں کو گمراہ کر کے فتنہ برپا کیا تھا۔ سلیم نے علی بک شہسوار کو ایک دستے کے ساتھ بھیج دیا۔ جس نے جلال کو قتل کر کے اس کی جماعت کو منتشر کر دیا۔

افسوس یہ ہے کہ شاہ اسماعیل کو تشیع بلکہ رفض میں بھی غلو تھا۔ اور سلیم کو تسنن بلکہ حنفیت میں انہماک۔ اس مذہبی تعصب کی وجہ سے دونوں میں عداوت پیدا ہو گئی۔ جس سے باہمی جنگوں کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہو گیا جو نسلاً بعد نسل چلا آیا۔ کاش اگر دونوں اسلامی اخوت کی حقیقت سمجھ کر اس وقت متحد ہو جاتے تو آج دنیا کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

سلیم کو فارسی ادبیات سے ذوق تھا اور ترکی زبان میں اچھے شعر کہتا تھا۔

سلیمانِ اعظم قانونی

سلیمان کی ولادت سنہ ۹۰۰ھ میں ہوئی تھی۔ سلیم کی وفات کے وقت یہ صارو خاں میں تھا۔ ۷/ شوال سنہ ۹۲۶ھ کو قسطنطنیہ میں پہنچ کر تخت نشین ہوا۔

بغاوت شام

غزالی بے جو قانصوہ غوری کے امراء میں سے تھا۔ اور جس کو سلطان سلیم نے شام کا والی مقرر کر دیا تھا اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا اور خیر بک نے والی مصر کو لکھا کہ ہم قسطنطنیہ سے بہت دور ہیں۔ یہاں تک سلطان کی دسترس مشکل سے ہو سکتی ہے۔ اس لئے تم بھی میرا ساتھ دو۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تم حلب فتح کر لوگے تو میں بھی شریک ہو جاؤں گا۔

سلیمان نے فرہاد پاشا کو نظامی فوج کے ساتھ بھیجا۔ غزالی اس وقت حلب کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ فرہاد پاشا نے ۷/ صفر سنہ ۹۲۷ھ کو اس کا سر کاٹ کر قسطنطنیہ بھیج دیا۔

فتوحات

سلیمان نے شاہ ہنگری کے پاس جزیہ کے مطالبہ کے لئے سفیر بھیجا۔ اس نے سفیر کو قتل کر ڈالا۔ اس وجہ سے اس پر چڑھائی کی۔ ۲۵/ رمضان

سنہ ۹۲۷ھ کو بلغراد کو فتح کرلیا۔ چونکہ سارے بلقان میں یہی ایک ایسا قلعہ تھا جو عثمانیوں کے قبضے سے باہر تھا۔ اور جنگی اہمیت کے لحاظ سے نہایت وقیع۔ اس لئے اس کی فتح کی خوشخبری ملکوں ملکوں بھیجی گئی۔ شہنشاہ روس اور رئیس جمہوریہ وینس نے اس کامیابی پر تہنیت کے پیام بھیجے۔

روڈس

یوحنا اور شلیمی کی جماعت جو ارض مقدس سے بزور تیغ نکالی گئی تھی روڈس میں آکر مقیم ہو گئی تھی۔ اور مسلمانوں کے خلاف جنگ و غارت گری کرتی تھی۔ سلاطین عثمانیہ عرصے سے خواہش رکھتے تھے کہ اس پر قبضہ کرلیں تاکہ ان کا خطرہ جاتا رہے۔ اور غنیم کے جہازوں کو وہاں پناہ نہ مل سکے فتح مصر کے بعد سے اس کی ضرورت مصر کے ساتھ بحری مواصلات کی غرض سے اور بڑھ گئی تھی۔ سلیمان نے وہاں کے امراء کو لکھا کہ جزیرہ خالی کرکے چلے جاؤ۔ تمہاری جان و مال سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔ لیکن وہ لڑنے کے لئے تیار رہے۔ اس لئے سلیمان خود بیڑہ لے کر گیا۔ محاصرے سے مجبور ہو کر انہوں نے نکلنا منظور کر لیا۔ سلیمان نے اپنی فوج وہاں سے ایک میل دور ہٹالی اور بارہ دن کی مہلت دی جس میں وہ اپنا مال و اسباب لے کر جزیرہ مالٹا میں چلے گئے

کریمیا

سنہ ۹۲۹ھ میں کریمیا کے فرمانروا محمد گرائی خاں کے دونوں بیٹوں غازی اور بابا نے مل کر اس کو قتل کر ڈالا جس کی وجہ سے وہاں فتنہ برپا ہو گیا۔ دولتِ علیہ نے جس کی سیادت اس پر برائے نام تھی اس

موقع پر اس کو عثمانی ولایت بنا لیا۔

ہنگری اس زمانے میں شارلکان یورپ میں سب سے بڑا بادشاہ تھا جو سپین کے ساتھ جرمنی اور ہالینڈ کا بھی مالک تھا۔ اور جنوبی اطالیہ کے بڑے حصے پر قبضہ رکھتا تھا۔ جمہوریہ فلارنس اور جنیوا اس کی تابع تھے۔ اور جزائر سارڈ اور سسلی بھی۔ فرانس کے بادشاہ فرانسیس اول نے اطالیہ کے صوبہ میلان کے لئے اس کے ساتھ جنگ کی جس میں شکست کھائی۔ باوجود اس کے کہ پوپ کے دربار میں فرانس سب سے اہم کیتھولک سلطنت تھی جس نے یورپ میں اسلامی پیش قدمی کو روکنے کا حلف اٹھایا تھا۔ لیکن مجبوراً فرانسیس کو دولت علیہ سے مدد مانگنی پڑی۔

چونکہ شارلکان ترکوں کا سخت دشمن تھا۔ اس وجہ سے سلیمان نے فرانسیس کی امداد مناسب سمجھی اور ایک لاکھ فوج اور تین سو توپیں لے کر شارلکان کی طرف بڑھا۔ اسی حملے میں ہنگری کو فتح کر کے سلطنت عثمانی میں شامل کیا۔

دیانا شارلکان نے اپنے بھائی فرڈنینڈ کو آسٹریا کا بادشاہ بنا دیا تھا۔ اس نے ہنگری پر فوج کشی کر کے جاپولائے کو جو سلطان کی طرف سے وہاں کا والی تھا شکست دے دی۔ اور وہاں کے پایۂ تخت بودین (بوداپست) پر قابض ہو گیا۔ سلیمان نے ڈیڑھ لاکھ فوج لے کر چڑھائی کی۔ بودین کو واپس لے کر پھر جاپولائے کو وہاں کا والی بنایا۔ اور آسٹریا میں بڑھ کر دیانا کا محاصرہ کیا۔ لیکن شدت سرما کی وجہ سے فتح نہ کر سکا۔ اور واپس چلا آیا۔ یہی یورپ میں سب سے آخری نقطہ

تھا جس پر ترک پہنچے۔

بغداد شاہ طہماسپ پسر اسمٰعیل صفوی نے سلیمان کو یورپ کی جنگ میں مشغول پاکر عثمانی حدود میں دست درازی شروع کی اور تبریز پر قبضہ کرلیا سلیمان نے ۹۴۰ھ میں لشکر کشی کی۔ وان اور ارجیش کے قلعے لیتا ہوا تبریز میں آیا اور وہاں سے عراق عرب میں پہنچ کر بغداد کو فتح کرلیا۔ چند روز اس میں قیام کرکے کربلا وغیرہ کی زیارتیں کیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزارات تعمیر کرائے۔

الجزائر آستانہ واپس آنے پر باربروسہ[1] خیرالدین پاشا نے جو جزائر کے ایک حصے پر قابض تھا۔ حاضر ہو کر اپنے مقبوضہ کو سلطنت عثمانی میں شامل کرلینے کی درخواست کی۔ سلیمان نے منظور کیا۔ اور اس کو قپودان دریا کے نام سے عثمانی بیڑے کا امیر بنا دیا۔

---

[1] باربروسہ ترکوں کا نامور امیر البحر روم کے جزیرہ مدلی کا باشندہ تھا۔ جس کا پیشہ بحری قزاقی تھا۔ ایک بار یہ اور اس کا بھائی اوروج دونوں کچھ دنوں تک تونس میں رہ گئے۔ اور وہاں مسلمان ہو گئے۔ اب بجائے مسلمانوں کے انھوں نے رومی کشتیوں کو لوٹنا شروع کیا۔ سلطان سلیم نے ان کو دس کشتیاں عطا فرمائی تھیں۔ انھوں نے اپنی قوت بڑھا کر الجزائر کے ایک حصے پر قبضہ کرلیا۔ باربروسہ نے اپنی جرأت سے اندلس کے لاکھوں مصیبت زدہ مسلمانوں کو الجزائر میں پہنچا دیا۔

شارلکان مشہور امیر البحر آندرہ دوریا نے اپنے بیڑے کو لے کر تونس کو تاخت و تاراج کیا تھا۔ اور وہاں کے مساجد و معابد منہدم کر دیئے تھے۔ اس لئے سلیمان نے بار بروسہ کی قیادت میں عثمانی اسطول روانہ کیا جس نے سواحل اطالیہ پر پہنچ کر آندرہ دوریا کے بیڑے کو شکست دی اور اوترانت اور اس کے حوالی سے بے شمار مال غنیمت لے کر واپس آیا۔

ہند سنہ ۹۴۲ھ میں دہلی کے بادشاہ نے مغلوں کے مقابلے کے لئے اعانت چاہی۔ نیز بہادر شاہ گجراتی کی طرف سے سفیر گئے اور پرتگالیوں کے مقابلے میں جن کی غارت گری سے سواحل ہند کے اسلامی علاقے ویران ہو گئے تھے امداد کے طالب ہوئے۔ سلطان کے حکم سے سلیمان پاشا والی مصر، ۷۰ جنگی کشتیاں جن میں بیس ہزار سپاہی اور بڑی بڑی توپیں تھیں لے کر روانہ ہوا۔ بحر احمر سے نکل کر پہلے اس نے عدن پر قبضہ جمایا۔ پھر سا اس گجرات پر آکر پرتگالیوں کے قلعے منہدم کر دیئے۔ آخر میں اُن کے سب سے بڑے مرکز دیو کا محاصرہ کیا۔ لیکن اس کو فتح کئے بغیر اموال غنیمت لے کر واپس چلا گیا۔ اور عدن سے آگے بڑھ کر یمن کو فتح کر کے عثمانی ولایت بنا لیا۔

جزائر بحر روم فرانس اور دولت علیہ میں فتح اطالیہ کے لئے باہم یہ معاہدہ ہوا کہ عثمانی بیڑہ نیپلز، سسلی اور اسپین کی طرف سے حملہ آور ہو اور فرانس شمالی سمت سے۔ اس کے مطابق سلیمان نے اپنے بیڑہ کو روانہ

کیا۔ اور خود ایک لاکھ فوج لے کر البانیہ کی طرف بڑھا۔ لیکن چونکہ عام مسیحی رائے فرانسیس اول کے خلاف ہو گئی کہ اس نے اپنے ہم مذہبوں سے لڑنے کے لئے مسلمانوں کو حلیف بنایا ہے۔ اس وجہ سے وہ نہیں آیا۔ اور جو منصوبہ تھا۔ وہ پورا نہ ہو سکا۔ ورنہ سارا اطالیہ دولت علیہ کے قبضے میں آجاتا۔

باربروسہ نے جزیرہ کارفو کا محاصرہ کیا۔ مگر سفیر فرانس نے جس کو سلطانی دربار میں بہت رسوخ حاصل تھا بیچ میں پڑ کر ان کی طرف سے حربی ضمانت دلا دی۔ اس لئے محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ واپسی میں باربروسہ نے کریٹ وغیرہ اکثر جزائر فتح کر لئے۔ آندرہ دوریا ۱۶۷ جہاز لے کر مقابلہ میں آیا۔ مگر شکست اٹھا کر واپس گیا۔

ان فتوحات سے اسپینی بیڑہ کا اقتدار جاتا رہا۔ اور بحری سیادت ترکی بیڑے نے لے لی جس کی شہرت اقطار عالم میں پھیل گئی۔

سنہ ۹۴۲ھ میں فرانس کے ساتھ ایک تجارتی عہد نامہ ہوا۔ جس میں بوجہ حلیف ہونے کے فرنچ تجار کے لئے قلمرو عثمانیہ میں خاص مراعات منظور کی گئیں۔

ٹھیک اسی زمانہ میں شاہ ایران طہماسپ شارلکان کے ساتھ معاہدے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن نہ ہو سکا۔

فرانس

سنہ ۹۵۲ھ میں فرانسیس اول اور شارلکان میں پھر جنگ شروع ہوئی اس وقت فرانس کی طرف سے موسیو بولان نامی سفیر آستانہ میں آکر امداد کا طالب ہوا۔ سلیمان نے باربروسہ کو ایک بیڑے کے ساتھ بھیجدیا۔ جس نے

نیس کا محاصرہ کیا اور فتح کر لیا۔ لیکن ترکی اور فرنچ افواج میں اختلاف ہو جانے کے باعث فتح کی تکمیل نہ ہو سکی۔ باربروسہ نے فرانس کی بندرگاہ طولون میں موسم سرما بسر کیا جس کا صرفہ آٹھ لاکھ ریال فرانسیسی حکومت نے ادا کیا۔ اس کے بعد واپس چلا آیا۔ قسطنطنیہ میں پہنچ کر ۹۵۳ھ میں باربروسہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کی جگہ پر طورغود پاشا امیر البحر مقرر ہوا۔

اسی سال شارلکان نے بھی تحفے اور ہدیے بھیج کر مصالحت کی درخواست کی۔ سلطان نے منظور کی۔ پانچ سال تک جنگ نہ کرنے کا فریقین میں معاہدہ ہوا بشرطیکہ تیس ہزار اشرفی خراج آسٹریا کی طرف سے سالانہ ادا ہوتا رہے۔

طہماسپ

شاہ ایران نے ۹۶۰ھ میں حدود عثمانی میں پیش قدمی شروع کی۔ سلیمان نے جا کر قرہ باغ کے متصل اس کو شکست دی۔ آخر میں شاہ مذکور نے قلعہ قرص دولت عثمانیہ کے حوالے کر کے صلح کر لی۔

طورغود پاشا نے اسی اثنا میں جزیرہ مالٹہ کا محاصرہ کیا۔ اسی میں اس نے شہادت پائی۔ جس کے بعد عثمانی بیڑہ بے نیل مرام واپس آ گیا۔

وفات

۹۷۳ھ میں میکسمین پسر فرڈیننڈ شاہ آسٹریا نے ہنگری کے مقام توکائے پر قبضہ کر لیا۔ سلیمان نے باوجود درد نقرس کے خود فوج کشی کی۔ اور آسٹریا کے قلعہ سگتوار کا محاصرہ کیا۔ فتح سے چند روز پیشتر اس کا مرض بڑھ گیا اور ۲۰ صفر ۹۷۴ھ میں اس نے وفات پائی۔ عمر ۷۲ سال تھی۔

سلطان سلیمان ۴۸ سال تک تخت سلطنت پر متمکن رہا۔ چونکہ اس زمانے میں حکومت کے قوانین نئے سرے سے وضع کئے گئے۔ اور فوج کی تقسیم اور اس کے مناصب کی ترتیب عمل میں آئی۔ اس وجہ سے وہ "قانونی" کے لقب سے مشہور ہوا اس کا عہد دولت عثمانیہ کی تاریخ میں نہایت کمال و اقبال کا عہد تھا جس میں مشرق اور مغرب میں فتوحات ہوئیں اور سلطنت کا دائرۂ نفوذ اور اس کے اقتدار کا غلبہ دور دور تک پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ وہ اس زمانہ کی سب سے بڑی بری اور بحری طاقت ہو گئی تین لاکھ جنگ آور فوجیں تھیں جن میں سے پچاس ہزار نظامی تھی۔ اور تین سو جنگی کشتیاں جو اس وقت کے بڑے سے بڑے بیڑہ کو شکست دے چکی تھیں۔

اس کے بعد سے عثمانی سلطنت کا زوال شروع ہو گیا۔ جو سلسلہ وار چلا آرہا ہے۔ جس کے مختلف اسباب ہوئے۔

(۱) رقبہ سلطنت اور فتوحات کی وسعت کے ساتھ دولت اور ثروت کی زیادتی ہوئی جس کی وجہ سے سادگی اور سپہ گری کے بجائے عیش پرستی اور آرام طلبی آ گئی جس کا لازمی نتیجہ زوال ہوتا ہے۔

(۲) انکشاریہ کا سپہ سالار خود سلطان ہوتا تھا۔ اس لئے وہ بلا اس کے لئے ہوئے جنگ کے لئے نہیں نکلتے تھے۔ سلیمان کے وقت سے یہ دستور مقرر ہوا کہ وہ اپنے امراء کے ماتحت لڑائی میں جایا کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ مابعد میں اکثر سلاطین نے راحت طلبی کی وجہ سے جنگ و جہاد میں شریک ہونا چھوڑ دیا۔ جس کی وجہ سے

فوج کی ہمتوں میں فتور پڑ گیا۔

(۳) پیشتر سلطنت کے تمام مہمات دیوان وزرا میں بریاست وارادہ سلطانی انجام پاتے تھے لیکن سلطان نے اس دستور کو توڑ کر جملہ امور صدر اعظم کے متعلق کردیئے جس کی وجہ سے اکثر معاملات کی حقیقت سے ناواقف رہنے لگا۔ اور وزرا اپنے اغراض کی تکمیل کے لیے حرم کی بیگمات سے بھی امداد لینے لگے۔ اس طرح پر سلطان کے گرد دسیسہ کاریوں کا ایک جال بچھا رہتا تھا۔ جس میں وہ اکثر شکار ہوتا تھا۔ اور سلطنت کے کام بگڑتے تھے۔ خاص کر اس وجہ سے اور بھی کہ یہ وزرا جنسیت میں متغائر ہوتے تھے۔ کیونکہ بیشتر نومسلم نصاریٰ جو سلطان کے خدام میں سے مقرب ہوجاتے تھے۔ وہی صدارت کے منصب پر آجاتے تھے اور بالطبع ان میں خلوص کم ہوتا تھا۔

(۴) سب سے بڑا سبب یہ ہوا کہ ترکوں کا حریف یورپ دور جہالت اور وحشت سے نکل کر علم اور تمدن کی طرف آرہا تھا۔ بجائے تشتت کے وحدت اور ملکی اور قومی مقاصد کے لیے بڑی بڑی قربانیاں اور مصائب کے برداشت کی ہمت ان کے دلوں میں پیدا ہورہی تھی۔ اندلس کے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد ان کے شجاعانہ اور فاتحانہ حوصلے بڑھ گئے تھے۔ مطابع کی ایجاد سے نشر علوم و فنون شروع ہوگیا تھا۔ اور آتشیں اسلحہ کی ساخت اور اس کے استعمال کو روز افزوں ترقی دے رہے تھے۔ بخلاف اس کے ترک اپنے حال پر تھا۔ بلکہ جملہ

اوصاف میں روبہ تنزل۔

اولاد سلیمان اعظم اپنی بے مثل شجاعت اور عالی حوصلگی اور بے نظیر تدبر و فرزانگی کی بدولت دنیا کا نہایت ممتاز سلطان ہوتا۔ اگر اس کے دامن پر قتل اولاد کا بدنما دھبہ نہ ہوتا۔

صورت یہ ہوئی کہ اس کی ایک روسی بیوی فرحانہ نامی تھی جو بوجہ اپنے حسن و جمال کے اس کے دل پر شروع سے آخر تک قابض رہی۔ وہ چاہتی تھی کہ شاہزادہ سلیم جو اس کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ ولی عہد ہو۔ اس نے رستم پاشا صدر اعظم کو جو اس کا داماد تھا۔ متفق کر لیا۔ اور دونوں نے شاہزادہ مصطفےٰ کی طرف سے جو ولی عہد تھا سلطان کو بدظن کرنا شروع کیا۔

ایران کے آخری حملے کے موقعہ پر مقام ارگلی میں رستم پاشا نے سلطان سے کہا کہ مصطفےٰ نے انکشاریہ کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ جو چاہتے ہیں کہ اس کو آپ کی زندگی ہی میں سلیم اول کی طرح تخت پر بٹھا دیں۔ چونکہ مصطفےٰ بوجہ اپنی دلاوری کے انکشاریہ میں ہر دلعزیز تھا اس وجہ سے سلطان کو یقین آ گیا۔ اس نے کوئی تفتیش نہیں کی اور مصطفےٰ کو بلا کر حاجیوں سے قتل کرا دیا۔ انکشاریہ بگڑ بیٹھے اور صدر اعظم کے قتل کے درپے ہوئے۔ سلطان نے مصلحتاً اس کو معزول کر دیا۔

مصطفےٰ کے بھائی جہانگیر نے باپ کو اس قتل ناحق پر ملامت کی سلیمان نے اس کو دھمکایا۔ جس کی وجہ سے غصہ میں اس نے خودکشی کر لی۔ فرحانہ نے اپنے

ایک خاص آدمی کو بھیج کر مصطفےٰ کے شیر خوار بچہ کو بھی مروا ڈالا اور اس فکر میں پڑی کہ شاہزادہ بایزید کا بھی جو باقی رہ گیا ہے خاتمہ کرا دے۔ تاکہ اس کے بیٹے سلیم کے سوا سلطنت کا کوئی حقدار نہ رہ جائے۔ مگر اسی اثنا میں وہ خود مر گئی لالہ مصطفےٰ نے جس کو وہ سلیم کا اتالیق مقرر کی گئی تھی اپنی پر فریب دراندازیوں سے سلطان کو بایزید کا بھی مخالف بنا دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے بایزید کی گرفتاری کے لئے فوج بھیجی۔ بایزید نے مع اپنے چاروں بیٹوں کے بھاگ کر ایران میں شاہ طہماسپ کے یہاں پناہ لی۔ اس نے گرمجوشی سے لیا اور حمایت کا وعدہ کیا۔ مگر مخفی طور پر سلطان کو اطلاع دیدی۔ اور جب اس کے آدمی آگئے تو ان کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے قزوین میں پہنچ کر بایزید کو مع اس کے چاروں بیٹوں کے سلطانی حکم سے قتل کر ڈالا۔ بروسہ میں اس کا شیر خوار بچہ رہ گیا تھا۔ اس کا بھی گلا گھونٹ دیا گیا۔ اس طرح بجز سلیم کے سلطان نے خود اپنی ساری اولاد کا خاتمہ کر دیا۔

سلیم ثانی

سلیم کی ولادت ۲۴ رجب ۹۳۰ھ کو ہوئی تھی۔ باپ کی وفات کے وقت کوتاہیہ میں ولایت پر تھا۔ اطلاع پاکر پچاس روز کے بعد قسطنطنیہ پہنچا۔ اس وقت سلیمان کی موت جو فتنہ کے ڈر سے مخفی رکھی گئی تھی۔ ظاہر کی گئی۔ اور اس کی تخت نشینی کا اعلان کیا گیا۔

سلیم میں مزید فتوحات تو کیا خود مفتوحہ علاقوں کی حفاظت کی بھی لیاقت نہ تھی۔ لیکن صدر اعظم محمد پاشا عاقل تجربہ کار وزیر تھا۔ جس سے سلطنت کی عظمت قائم رہی سب سے پہلے آسٹریا کے ساتھ معاہدہ ہوا۔ جس میں اس نے ٹرانسلوانیا اور رومانیہ پر باب عالی کی سیادت تسلیم کی۔ آسٹریا کو اس بات کا حق دیا گیا کہ وہ ہنگری میں اپنے املاک پر قابض رہے۔ اور دولت علیہ کو حسب سابق سالانہ جزیہ دیا کرے۔

فرانس کے ساتھ عہد سابق کی تجدید کی گئی۔ اور اس کے سفیر کو حق دیا گیا کہ فرانسیسی قیدیوں کو جو ترکی کی غلامی میں ہوں آزاد کرا سکتا ہے۔ نیز جملہ فرانسیسیوں سے جو

عثمانی قلمرو میں تھے. شخصی خراج اٹھا دیا گیا. اور فرنچ کشتیوں کو محفوظ قرار دیا گیا جن کے نقصان کی تلافی دولت علیہ نے اپنے ذمہ لی۔

ان مراعات سے سواحل بحر روم پر فرانسیسی تجارت کو آزادی مل گئی، جس کی وجہ سے ترکی مسیحی رعایا پر فرانسیسی سفیر نے اپنا اثر بڑھا لیا. جو زمانہ مابعد میں دولت علیہ کے لئے مصائب کا ذریعہ بن گیا۔

یمن امام زیدیہ مطہر بن شرف الدین یحییٰ نے ۹۷۶ھ میں بغاوت کی اور یمن کے قلعوں سے ترکی فوجوں کو نکال دیا۔ صدر اعظم نے عثمان پاشا کو یمن کی ولایت کا فرمان دے کر ایک فوج گراں کے ساتھ روانہ کیا. سنان پاشا والی مصر نے بھی بحکم باب عالی اس کی مساعدت کی جس کے اثنا میں امراء یمن نے امام کا ساتھ چھوڑ دیا. اور ترکی فوجیں قلعوں کو فتح کرتی ہوئی صنعا تک پہنچ گئیں۔ امام نے مجبور ہو کر دولت علیہ کی سیادت تسلیم کی اور معاہدہ لکھ دیا۔

قبرص جزیرہ قبرص جو دنیس کے ماتحت تھا. اس کی فتح کے لیے لالہ مصطفےٰ کی ماتحتی میں جس نے سلطان کے بھائی بایزید کو قتل کرایا تھا. ایک لاکھ بحری فوج ۹۷۸ھ میں بھیجی گئی. جس نے اس کو فتح کر لیا۔ اس وقت سے برابر دولت علیہ کے قبضے میں رہا. یہاں تک کہ ۱۸۸۷ھ میں اس کو انگریزوں نے لے لیا۔

ترکی بیڑہ لالہ مصطفےٰ نے کریٹ اور سواحل بحر اڈریاٹک پر حملے شروع کئے

جمہوریہ وینس نے اسپین اور پاپائے روم کے ساتھ مدافعت کے لئے معاہدہ کیا۔ ان سب کا بیڑہ ایک ساتھ امیر دون جوان کی قیادت میں جس نے اندلس سے مسلمانوں کو طرح طرح کی سختیوں سے نکالا تھا۔ مقابلے کے لئے آیا۔ ۷۰ کشتیاں اسپین کی تھیں۔ ۱۴۰ وینس کی۔ ۲۰ یورپ کی اور نو مالسطہ کے راہبوں کی۔ تین گھنٹے کی لڑائی میں ۲۰۰ ترکی کشتیوں میں سے ۱۳۰ غرق ہو گئیں۔ بقیہ گرفتار اور بیس ہزار ترک شہید ہو گئے۔ اور تیس ہزار اسیر۔

ترکوں کی اس شکست پر سارے یورپ میں خوشی منائی گئی۔ لیکن محمد پاشا صدر اعظم نے چھ مہینے کے اندر جس میں اہل یورپ اس کامیابی کے جشن میں مصروف تھے نہایت کوشش اور ہمت کے ساتھ ڈھائی سو جدید جہاز تعمیر کرا لئے۔ چنانچہ جاڑا گذرنے کے بعد نو بہار کے موسم میں یورپ نے دیکھا کہ بحیرۂ روم میں ترکوں کا وہی اقتدار پھر قائم ہے جو فتح سے پہلے تھا۔ اس لئے جمہوریہ وینس کو مجبوراً قبرص ترکوں کے ہاتھ میں چھوڑنا پڑا۔ مزید براں اس نے تاوان جنگ بھی ادا کیا۔

دون جوان نے اسپینی بیڑہ لے جا کر تونس پر قبضہ کر لیا تھا۔ مگر ترکی بیڑے نے قلیج علی پاشا کی قیادت میں پہنچ کر اس کو وہاں سے نکال دیا۔

آٹھ سال سلطنت کرنے کے بعد ۲۷ رمضان سنہ ۹۸۲ھ میں سلیم نے انتقال کیا۔

مُراد خاں ثالِث

سلیم نے چھ بیٹے چھوڑے تھے۔ مراد، محمد، سلیمان، مصطفیٰ، جہانگیر اور عبداللہ۔ اس کے مرنے کے بعد مراد جو بڑا تھا، اور جس کی ولادت سنہ ۹۵۳ھ میں ہوئی تھی۔ تخت نشین ہو۔ اس نے سب سے پہلے اپنے پانچوں بھائیوں کو قتل کرادیا۔

سلیم کے زمانے میں ترکوں میں شراب خواری کثرت سے پھیل گئی تھی خاص کر انکشاریہ میں مراد نے اس کی بابت امتناعی احکام جاری کر دیئے۔ انکشاریہ نے شورش کی اور اس کو مجبور کر دیا کہ ان کے لئے ان مقداریں جس سے نشہ نہ پیدا ہو۔ مباح کر دے۔

سنہ ۹۸۳ھ میں شاہ پولینڈ کے فرانس چلے جانے پر وہاں کے باشندوں نے فرانسیسی سفیر متعینہ باب عالی کے مشورے سے ٹرانسلوانیا کے فرمانروا کو جو دولت علیہ کا تابع تھا۔ اپنا حکمران تسلیم کرلیا۔ اس طرح پر پولینڈ خود ترکی حمایت میں آگیا۔

محمد پاشا صدر اعظم نے جملہ معاہدات کی جو سلطنتوں کے ساتھ تھے تجدید کی۔ فرانس کے ساتھ تعلقات اچھے تھے اس کے سفیر کو دول یورپ کے جملہ سفراء پر باب عالی میں تفوق حاصل تھا اور بجز جمہوریہ وئیس کے دیگر یورپین سلطنتوں کے تمام تجارتی جہاز ترکی سمندروں میں صرف فرانسیسی جھنڈا لگا کر داخل ہو سکتے تھے انگلینڈ کی ملکہ ایلزبتھ نے اپنے تجارتی معاہدے میں یہ حق خاص طور پر حاصل کر لیا کہ اس کے ملک کے جہاز انگریزی علم کے ساتھ آ سکیں گے۔

مراقش

سنہ ۹۸۶ھ میں مراقش کا سلطان شریف عبداللہ فوت ہو گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد مستنصر تخت پر بیٹھا۔ اس کی بد لیاقتی کو دیکھ کر اس کا چچا شریف عبدالملک سلطنت کا دعوے لے کر اٹھا۔ اور حکومت عثمانیہ سے امداد طلب کی۔ مستنصر نے پرتگالیوں سے اعانت چاہی۔ چنانچہ وہ ایک زبردست بیڑہ تین سو توپوں کے ساتھ لے کر آ گئے۔ باب عالی نے رمضان پاشا والی الجزائر کو مقابلہ کا حکم دیا۔ اس نے وادی سبیل میں پرتگالیوں کو شکست دی جس میں شاہ پرتگال اور مستنصر دونوں مع بیس ہزار فوج کے مارے گئے۔ عبدالملک ثانی سیادت میں تخت سلطنت پر آ گیا۔

دیگر فتوحات

ایرانیوں کی دراز دستی کی وجہ سے پھر ان کے ساتھ جنگ شروع ہوئی اور ترکی فوجوں نے تفلس اور شماخی فتح کرتے ہوئے قفقاز تک قبضہ کر لیا۔ اس اثنا میں ایران میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ شاہ

طہماسپ کو زہر دے دیا گیا۔ اور اس کی جگہ اسمٰعیل مرزا تخت پر آیا۔ جس نے اپنے آٹھوں بھائیوں کو قتل کر ڈالا۔ ڈیڑھ سال کے بعد وہ بھی مر گیا۔ اس فرصت میں لالا مصطفیٰ کی تحریک سے عثمان پاشا نے جاکر گرجستان کو فتح کر لیا۔ اور فرہاد پاشا نے ایرانی فوجوں سے تبریز اور شروان لے لیا۔

یورپ انکشاریہ کا انتظام اس قدر ابتر ہو گیا کہ انھوں نے تمرد اور سرکشی اختیار کر لی۔ اور جا بجا قتل و غارت کرنے لگے۔ بعض بعض حکام اور عمال کو بھی مار ڈالا۔ صدر اعظم نے ہنگری کے ساتھ اعلانِ جنگ کر کے ان کو اس لڑائی میں لگا دیا۔ لیکن وہاں وہ کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ اسی اثنا میں رومانیہ اور ٹرانسلوانیا نے روڈلف شاہ آسٹریا اور قیصر جرمنی کی مدد سے اپنے استقلال کا دعوےٰ کر دیا۔ صدر اعظم سنان پاشا خود مقابلے کے لئے گیا۔ اور ان کو شکست دے کر بخارسٹ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن پھر انھوں نے مجتمع ہو کر اس کو وہاں سے نکال دیا۔ اور دریائے ڈینیوب سے دھکیلتے ہوئے نیکوپلی تک آ گئے۔

۱۵۹۵ء میں مراد نے وفات پائی۔ شاعری میں مشہور تھا۔ ترکی۔ فارسی عربی تینوں زبانوں میں شعر کہتا تھا۔ اور نہایت عیاش۔ جس کی وجہ سے اس کے عہد میں حرم سرا کی بیگمات امورِ حکومت میں دخل دینے لگی تھیں۔ مرتے وقت ۱۰۳ اولاد میں سے ۲۷ بیٹیاں اور ۲۰ بیٹے چھوڑے۔

محمدِ ثالث

مراد کے بعد اس کا بڑا بیٹا محمدِ سلطان ہوا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنے ۱۹ بھائیوں کو قتل کرا دیا۔ جو سب کے سب باپ کے ساتھ دفن کئے گئے۔

مراد کی فضول خرچیوں سے قرضے کا بار بہت ہو گیا تھا۔ محمد نے ان سب کو ادا کیا۔ ان قرضوں کا اندازہ کچھ اس سے ہو سکتا ہے کہ سلطانی مطبخ کے لئے جو سبزی آتی تھی اس کی قیمت میں سے ۰۰ ہزار اشرفیاں باقی تھیں۔

محمد نے دیکھا کہ وزرا علی الاعلان مناصب فروخت کر رہے ہیں جس سے نالائقوں کے ہاتھ میں ولایات کی حکومتیں چلی جا رہی ہیں اور جا بجا بد انتظامی کی وجہ سے فتنہ اور فساد برپا ہو رہے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ ترکی فوج آزمودہ کار امرا کے نہ ہونے سے مسلسل شکستیں کھا رہی ہے۔ اس لئے خود مہماتِ سلطنت کی طرف توجہ کی۔ سب سے پہلے میدانِ جنگ میں پہنچا جس سے فوج میں

حمیت اور جرأت پیدا ہو گئی۔ اور اس نے غنیم کا تخت الٹ دیا۔ یہاں تک کہ قلعہ ارلو بھی فتح کر لیا۔ جس کے لینے سے سلطان سلیمان بھی عاجز تھا۔ دشمنوں کو مغلوب کرنے کے بعد ظفر مندی کے ساتھ آستانہ واپس آیا۔ پھر اناطولیہ میں جو بغاوت پھیلی ہوئی تھی۔ ایک عرصہ کی جنگ و جدال کے بعد اس کو فرد کیا اس داخلی شورش میں شاہ عباس نے موقع پا کر تبریز پر قبضہ کر لیا تھا اور وان کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ اس کے مقابلے کے لئے امیر طریزدن حسن پاشا متعین ہوا۔

اسی حالت میں سنہ ۱۰۱۲ھ میں محمد ۳۸ سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔

احمد اول

محمد کے بعد اس کا بڑا بیٹا احمد جس کی ولادت ۹۹۸ھ میں ہوئی تھی ۱۴ سال کی عمر میں سلطان بنایا گیا۔ ملک کی حالت اس وقت نہایت سقیم تھی کیونکہ حدود عجم پر شاہ عباس اپنی پوری قوت کے ساتھ بڑھتا چلا آرہا تھا۔ اور تبریز کے بعد شماخی، شروان۔ آقچہ قلعہ اور قارس لے چکا تھا۔ اور مغربی سرحد پر آسٹریا کی فوجیں مصروفِ پیکار تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ولایات شرقی میں جابجا بغاوتیں پھیلی ہوئی تھیں۔ جن کے سرغنہ جان پولاد اور امیر فخر الدین دروزی وغیرہ تھے۔

خوش قسمتی سے اس وقت دولتِ علیہ کی صدارت پر مراد شاہ آگیا تھا جو نہایت تجربہ کار امیر تھا اور جس کی عمر ۸۰ سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ سب سے پہلے اس نے اندرونی بغاوت کی طرف توجہ کی۔ اور اس کے ایک بڑے سرگردہ

قلندر اد غلی کو اپنے ساتھ ملا کر انگورہ کا والی مقرر کر دیا جس کی وجہ سے باغیوں کا جتھا ٹوٹ گیا۔ فخر الدین بھاگ کر بادیۂ شام میں روپوش ہو گیا۔ اور جان پولاد نے آستانہ میں حاضر ہو کر معافی مانگ لی۔ سلطان نے اس کی جان بخشی کی اور تمسوار کی ولایت عطا فرمائی۔ آخر میں یوسف پاشا نے جو اقلیم صاروں خاں۔ منتشا اور آیدین میں علم بغاوت بلند کئے ہوئے تھا شکست کھائی اور مارا گیا جس سے امن وامان ہو گیا۔

شاہ عباس

سنان پاشا حدود عجم کی طرف بھیجا گیا شاہ عباس نے مقابلہ کی تاب نہ لا کر صلح کا پیغام بھیجا بشرطیکہ حدود وہی رکھے جائیں جو سلیمان اعظم کے زمانے میں تھے مراد پاشا نے منظور نہیں کیا۔ لیکن اسی درمیان میں وہ انتقال کر گیا۔ اور نصوح پاشا صدارت پر آیا جس نے شاہ عباس کی شرطوں پر سنان پاشا کو مصالحت کی ہدایت کی۔ صرف یہ اضافہ کیا کہ دو صد خروار حریر سالانہ ایران بھیجا کرے۔

یہ پہلا معاہدہ تھا جس میں دولت علیہ نے خسارہ اٹھایا۔ اور اس کو اپنے بعض مفتوحہ قلعے اور علاقے چھوڑ دینے پڑے۔

یورپ

آسٹریا کے مقابلے کے لئے یاوز علی پاشا متعین ہوا تھا۔ وہ بلغراد میں پہنچ کر انتقال کر گیا۔ اس کی جگہ لالہ محمد پاشا بھیجا گیا۔ متعدد معرکوں کے بعد آخر میں حکومت آسٹریا نے ہنگری سے دست برداری لکھی۔ اور کانیشا پر عثمانی قبضہ تسلیم کیا۔ اور دولت علیہ نے تیس ہزار دوک سالانہ جزیہ کی رقم جو آسٹریا

سے اس کو وصول ہوتی تھی چھوڑ دی، ۱۰۱۵ھ میں ویانا میں اس عہدنامہ کی تکمیل ہوئی۔ تاریخ میں یہ معاہدہ ستوا تورک کے نام سے مشہور ہے۔

اب اگرچہ ہر طرف سے امن ہو گیا تھا۔ لیکن مالطہ۔ اسپین اور اطالیہ کی جنگی کشتیاں بحیرۂ روم میں دولت علیہ کی کشتیوں پر حملے کرتی رہتی تھیں۔ صدر اعظم نے جملہ ترکی کشتیوں کو بحیرۂ روم میں لاکر جمع کر دیا۔ جس کی وجہ سے بحیرۂ اسود میں روسیوں نے غارت گری شروع کر دی۔ اس جرم پر سلطان نے صدر اعظم کو ۱۰۲۱ھ میں قتل کرا دیا۔

۱۰۱۹ھ میں ہالینڈ کے ساتھ تجارتی معاہدہ ہوا۔ اور جو مراعات فرنچ اور انگلش تجار کو دی گئی تھیں۔ اس کے تاجروں کو بھی دی گئیں۔ نیز دیگر مغربی سلطنتوں کے ساتھ جو عہدنامے تھے ان کی تجدید ہوئی۔ فرانس کے حقوق میں کچھ اور بھی اضافہ کیا گیا۔

ولندیزی تاجروں کے ذریعے سے اسی زمانے میں ترکی میں تمباکو آیا اور اس کو لوگ استعمال کرنے لگے۔ مفتی اعظم نے اس کی حرمت کا فتوے شائع کیا۔ لیکن فوج اور خود سلطانی کوشک کے خدام کی مخالفت کی وجہ سے مباح کرنا پڑا۔

۲۳ ذیقعدہ ۱۰۲۶ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۶۱۷ء کو سلطان احمد نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا عثمان اس وقت تیرہ سال کا تھا۔ اس لئے وہ اپنے

بھائی مصطفیٰ کے لئے سلطنت کی وصیّت کر گیا۔

مصطفےٰ اوّل

مصطفےٰ نے اپنی ساری زندگی حرم میں گذاری تھی۔ اس وجہ سے ضعیف العقل اور امور سلطنت سے بے خبر تھا۔ امرا نے جب یہ حالت دیکھی تو تین مہینے کے بعد تخت سے اتار دیا۔ اور سلطان احمد کے بڑے بیٹے عثمان کو بٹھایا اس میں انکشاریہ نے خاص حصہ لیا۔ کیونکہ جب کوئی نیا سلطان تخت نشین ہوتا تھا تو وہ انعام لیتے تھے۔

عثمان ثانی

عثمان کے تخت نشین ہوتے ہی پولونیا (پولستان) کے امیر نے لبغدان کے معاملے میں دست اندازی شروع کی۔ عثمان نے لشکر کشی کی۔ لیکن اس سے پہلے اپنے بھائی محمد کو قتل کرا دیا۔ تاکہ تخت کی طرف سے اطمینان رہے۔ نیز مفتی کے بھی اختیارات محدود کر دیئے۔ تاکہ وہ اس کی معزولی کا فتویٰ نہ دے سکے۔

پولونیا کی فوج سے پہلا مقابلہ شوک زم میں ہوا۔ عثمانیوں نے شکست کھائی۔ اور تیس ہزار ترک شہید ہوئے۔ انکشاریہ نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ اس وجہ سے عثمان مجبوراً صلح کر کے چلا آیا۔ اور دل میں یہ ٹھان لیا کہ انکشاری فوج کو توڑ کر رہے گا۔ چنانچہ ایشیائی ولایت میں جدید فوجیں بھرتی کرائیں۔ اور جب وہ منظم ہو گئیں تو انکشاریہ کو نکالنا شروع کیا۔ انھوں نے بغاوت کر دی اور ۹ رجب ۱۰۳۱ھ میں سلطان مصطفےٰ کو دوبارہ تخت پر بٹھا دیا۔ اور عثمان کو پکڑ کر گھسیٹے

اور گالیاں دیتے ہوئے یدی قلعے کے سامنے لے جاکر قتل کرڈالا۔ اب انکشاریہ کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ جس کو چاہتے معزول کرتے اور جس کو چاہتے منصب دیتے داؤد پاشا صدر اعظم کو جس نے بغاوت میں ان کا ساتھ دیا تھا۔ خفیف سی مخالفت پر قتل کر دیا۔ امراء ولایت نے یہ دیکھ کر جا بجا اپنے استقلال کے اعلان کر دیئے یوسف پاشا والی طرابلس و شام خود مختار ہوگیا۔ اور اباظا پاشا والی ارضِ روم بھی بلکہ اس نے بڑھ کر سیواس اور انگورہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

خود دار الخلافہ میں اٹھارہ مہینے تک فتنہ و فساد کا بازار گرم رہا۔ اور لوٹ مار اور غارت گری جاری رہی۔ آخر میں کمانکش پاشا صدر اعظم ہوا۔ جس نے امن وامان قائم کیا۔ اور مصطفیٰ کو تخت سے اتار کر سلطان احمد کے تیسرے بیٹے مراد کو بٹھایا۔

مُرادِ رابع

مراد ۲۲ رجمادی الاول ۱۰۱۸ھ میں پیدا ہوا تھا۔ ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۳۲ھ میں ۱۴ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اس کی کمسنی کی وجہ سے سررشتہ مہمات وزراء کے ہاتھ میں تھا۔

بغداد بکیر آغا شحنۂ بغداد نے ازراہ تمرد وہاں کے والی کو قتل کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ حافظ پاشا اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔ بکیر آغا نے شاہ عباس کو مدد کے لئے بلایا اور وعدہ کیا کہ میں شہر کو آپ کے حوالے کر دوں گا۔ بشرطیکہ یہاں کا والی مجھ کو بنا دیں۔ شاہ مع صرف فوج لے کر ایران سے روانہ ہوا۔ ادھر حافظ پاشا کے پہنچنے پر اس کو بھی لکھا کہ اگر تم مجھ کو یہاں کا والی تسلیم کر دو تو میں دروازہ کھول دوں۔ اس نے منظور کر لیا اور ترکی لشکر شہر میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد شاہ عباس نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ بکیر آغا نے ترکوں سے بے وفائی کر کے

ایرانی لشکر کو اندر بلالیا. جس کی وجہ سے عثمانی فوج شہر چھوڑنے پر مجبور ہوگئی لیکن شاہ موصوف نے اس جاہل غدار کو اس کی خیانت کی وجہ سے مجمع عام میں قتل کرا دیا!

۱۰۳۹ھ میں جب عباس نے وفات پائی اور اس کا نوعمر بیٹا شاہ مرزا تخت نشین ہوا. خسرو پاشا ترکی سپہ دار نے فوج کشی کی اور ہمدان میں داخل ہوگیا جا بجا ایرانی مقابلے کے لئے آئے اور ہزیمت اٹھا کر بھاگے. خسرو پاشا نے موسم زمستان حلب میں گذار کر اوائل بہار میں بغداد کا محاصرہ کیا. لیکن تھوڑے دنوں کے بعد انکشاریہ نے جنگ سے انکار کر دیا۔ اس لئے بلا فتح کئے واپس چلا گیا۔

انکشاریہ کا تمرد یہاں تک بڑھ گیا کہ انھوں نے سلطان کے سامنے صدر اعظم کو قتل کر ڈالا اس پر مراد کے دل میں ان کی طرف سے غیظ و غضب پیدا ہو گیا. اس نے مہمات سلطنت اپنے ہاتھ میں لئے اور رفتہ رفتہ توڑ کر ان کو قابو میں لایا ۱۰۴۵ھ میں ان کو خود لے جا کر ایوان اور تبریز کو فتح کر لیا اور دوسرے سال بغداد واپس لیا۔ ایرانیوں نے درخواست کی کہ ایوان ہم کو واپس دیدیا جائے اور بغداد ہم دولتِ علیہ کے حصہ میں چھوڑتے ہیں سفراء کی آمد و رفت کے بعد اسی پر باہم مصالحت ہوگئی. اور مدت ہائے دراز سے جو عداوت فریقین میں چلی آتی تھی اس کا خاتمہ ہو گیا۔

بوسنیا میں بھی بغاوت ہوئی۔ اس لئے اس طرف فوجیں لے کر گیا اور اس کو فرو کیا۔

سنہ ۱۰۴۹ھ میں مراد نے وفات پائی۔ اگر زندگی نے وفا کی ہوتی تو تدبیر اور فتوحات میں یہ دوسرا سلیمان قانونی ہوتا۔ مگر صرف تیس سال کی عمر میں گذر گیا۔

ابراہیم خاں

یہ بھی سلطان احمد کا بیٹا تھا۔ ۲۵ سال کی عمر میں سنہ ۱۰۴۹ھ میں تخت پر آیا۔ نہایت بے عقل تھا بلکہ لوگ دیوانہ لکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ جنجی خوجہ نامی ایک شخص تھا۔ جس نے اس کے مزاج پر غلبہ پالیا تھا۔ حکومت کا سارا اختیار اس کے ہاتھ میں تھا۔ اور اس نے بے شمار دولت بھی جمع کر لی تھی۔

قرہ مصطفےٰ جو ایک نامی مدبر وزیر تھا۔ صدر اعظم مقرر ہوا۔ لیکن جنجی خوجہ کی دراندازیوں سے قتل کر دیا گیا۔

سنہ ۱۰۵۱ھ میں یوسف پاشا نے جزیرۂ کریٹ کو فتح کر لیا اسی زمانے میں بوسینیا میں سخت بغاوت ہوئی اور جمہوریہ وینس نے جزیرہ مدللی پر حملہ کیا۔ ابراہیم ایسا برہم ہوا کہ اس نے سفراء دول کو قید کر دیا اور حکم دیا کہ ممالک محروسہ میں جس قدر نصاریٰ ہیں قتل کر دیئے جائیں۔ مگر مفتی اسعد زادہ نے روکا اور کہا کہ یہ امر شرع مبین کے بالکل خلاف ہے۔

ابراہیم دن رات بہیمی شہوات اور لہو ولعب میں مشغول رہتا تھا۔ کبھی قسم قسم کے لباس تیار کراتا۔ کبھی عنبر جمع کرتا اور کبھی مشعل لے کر سڑکوں پر غلاموں کے ساتھ دوڑتا۔ انکشاریہ نے اس کے عہد میں پھر قوت پیدا کر لی تھی۔ اس نے چاہا کہ ان کے رؤسا کو قتل کرا دے مگر انھوں نے علماء کو اپنے ساتھ ملا کر اس کی معزولی کا فتویٰ لکھا لیا۔ اور ۱۸ رجب ۱۰۵۳ھ میں اس کے بیٹے محمد کو جس کی عمر سات سال تھی تخت پر بٹھا دیا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ یہ بچہ حکومت کے قابل نہیں ہے ابراہیم کو واپس لانا چاہا انکشاریہ نے اس خوف سے کہ وہ تخت پر آجائے گا تو ہم سے انتقام لیگا کوشک میں جا کر اس کو قتل کر دیا۔

محمد رابع

محمد کی تخت نشینی کے بعد جنجی خوجہ کے اموال ضبط کر لیے گئے اور پھر وہ قتل کر دیا گیا۔

سلطان کی کمسنی کی وجہ سے انکشاریہ کا تمرد بڑھ گیا۔ انھوں نے رعایا کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ملک کی ابتری کی وجہ سے بری اور بحری فوجوں میں بدنظمی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے عثمانی بیڑے نے دشمنوں سے شکست کھائی۔ ادھر ایشیائے کوچک میں ایک رئیس قاطرچی اوغلی نے سرکشی اختیار کی اور وہاں کے ایک نامی سردار کورجی بنی کو اپنے ساتھ ملا کر احمد پاشا والی اناطولیہ کو شکست دے دی۔ پھر قسطنطنیہ کی طرف بڑھے۔ ان کی جمعیت اس قدر تھی کہ آستانہ پر ان کا قبضہ ہو جانا کچھ مشکل نہ تھا۔ مگر ان دونوں میں آپس میں ناچاقی ہو گئی جس کی وجہ سے قاطرچی اوغلی نے کورجی بنی کا سر کاٹ کر سلطان کی خدمت میں بھیج دیا اور اپنے قصور

کی معافی چاہی۔ سلطان نے اس کو کودقرہ مان کا والی مقرر کردیا جس سے اس بغاوت کا خاتمہ ہوگیا۔

کوپریلی جمہوریہ وینس کے جنگی جہاز درہ دانیال کے دہانے پر آگئے تھے انھوں نے جملہ تجارتی جہازوں کو اندر جانے سے روک دیا جس کی وجہ سے آستانہ میں ہر چیز گراں ہوگئی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ اس وقت محمد پاشا جو ترکی تاریخ میں کوپریلی کے نام سے مشہور ہے۔ صدارت کے لیۓ بلایا گیا۔ ہر چند کہ اس کی عمر نوّے سال کی ہو چکی تھی۔ لیکن اس نے اس فرمداری کو قبول کرلیا۔ سب سے پہلے انکشاریہ کو جو فساد کا سرچشمہ تھے۔ بہت سے سرغنوں کو ذبح کرکے قابو میں کرلیا۔ پھر رومی بطریرک کو جس کے اغوا سے وینس کا بیڑہ حملہ آور ہوا تھا پھانسی دی اس کے بعد جنگی کشتیاں ساز وسامان سے درست کرکے مقابلے کے لئے بھیجیں۔ جنھوں نے ایک سال کی کوشش کے بعد وینس کے جہازوں کو شکست دے کر بھگایا اور وہ جزائر اور مقامات واپس لئے جن پر انھوں نے قبضہ کرلیا تھا۔

ٹرانسلوانیا اور رومانیہ میں بھی اضطرابات تھے۔ ان کو اطاعت پر مجبور کرکے عہدنامے لکھوائے اور اندرون ملک جو جو فتنے تھے سب فرد کیے۔ کوپریلی ۷۲ء ۱۰ھ میں انتقال کرگیا۔ سلطان محمد نے اس کی جگہ اس کے بیٹے احمد پاشا کوپریلی کو صدارت کا منصب عطا کیا۔ یہ بھی اپنے باپ کی طرح شجاع، صائب الرائے اور عالی ہمت تھا۔ اسی کے زمانے میں جنوبی روس کے باشندے قزاق دولتِ علیہ کی حمایت میں

آئے۔ نیز بوزنیا نے یوکرین پر حملہ کر دیا تھا۔ وہاں کے والی نے سلطان سے مدد طلب کی۔ بسنہ ۱۰۸۲ھ میں احمد پاشا فوج لے کر گیا۔ سلطان بھی ساتھ تھا۔ بوزنیا والوں نے شکست کھائی۔ اور یوکرین نے دولتِ علیہ کی سیادت قبول کی۔

یہ ہوشمند وزیر پندرہ سال دیانت کے ساتھ سلطنت کی خدمت کرنے کے بعد ۱۰۸۷ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد کوپریلی کا داماد قرہ مصطفٰے پاشا صدارت پر آیا۔ اس نے آسٹریا میں جا کر ویانا کا محاصرہ کیا اور قریب تھا کہ اس کو فتح کرے لیکن اہل بوزنیا نے اچانک حملہ کر دیا۔ جس کی وجہ سے شکست کھا گیا۔ سلطان نے اس کو معزول کر کے ابراہیم پاشا کو صدر بنا دیا۔

مقدس عہد

ویانا پر ترکوں کی شکست سے یورپ بھر میں خوشی منائی گئی۔ اور آسٹریا بوزنیا۔ جمہوریہ وینس رہبان مالٹا پاپائے روم اور سلطنت روس سب نے مل کر باہم مقدس عہد کیا کہ عثمانیوں کو یورپ سے نکال دیں۔ متعدد مقامات پر انھوں نے فتوحات بھی حاصل کیں اور آسٹریلیا نے ہنگری واپس لے لیا اور وینس نے جزیرہ نما ئے موریہ پر قبضہ کر لیا سلطان نے ابراہیم پاشا کو برطرف کر کے سلیمان پاشا کو صدارت پر بلایا۔ اس نے بوڈاپسٹ پر لشکر کشی کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اس لئے اس کی جگہ سیاوش پاشا مقرر ہوا۔ مگر فوج اس سے خوش نہ تھی۔ چنانچہ مخالفت کا جھنڈا لہرا کے آستانہ کی طرف آئی۔ انکشاریہ نے اپنی دیگیں میدان میں لا کر ڈال دیں۔ جو ان کی بغاوت

کی علامت تھی۔ محمد اپنے تفریحی مشاغل اور شکار میں معروف تھا۔ سلطنت کے معاملات سے کچھ سروکار نہ رکھتا تھا۔ اس وجہ سے ارکان دولت نے مفتی سے اس کی معزولی کا فتویٰ لے کر تخت سے اتار دیا۔ اور اس کے بھائی سلیمان کو سلطان بنا دیا۔

سلیمان ثانی

سلیمان کی ولادت سنہ ۱۰۵۲ھ میں ہوئی تھی اپنے بھائی محمد رابع کی معزولی کے بعد سنہ ۱۰۹۹ھ میں ۴۷ سال کی عمر میں تخت سلطنت پر آیا۔ انکشاریہ نے سیاؤش پاشا کو قتل کر کے اس کا گھر لوٹ لیا اور بہت سے امیروں اور وزیروں کو مار اور نکال دیا۔ نیز شہر کے تاجروں اور دولت مندوں کو لوٹنے لگے۔ ایک دوکاندار نے جھنڈا کھڑا کیا۔ جس کے نیچے ہزاروں آدمی آکر جمع ہو گئے۔ ان سب لوگوں نے جا کر سلطان سے فوج کے مظالم پر فریاد کی۔ اس نے بڑی مشکلوں سے اُن کی دست اندازیوں کو روکا۔

آسٹریا دارالخلافہ کے اس انتشار کی وجہ سے مخالفین کو موقع مل گیا چنانچہ آسٹریا کی فوجوں نے بلغراد کو فتح کر لیا اور نیش تک آ گئیں سلطان نے مشہور وزیر کوپریلی کے پوتے مصطفےٰ کو صدارت پر طلب کیا۔ اس نے سب سے

پہلے فوج کو قابو میں کیا اور اس کے لے کر دشمنوں کے مقابلے کے لئے بڑھا۔ جابجا فتوحات حاصل کیں۔ روم ایلی کے جو مقامات نکل گئے تھے واپس لئے اور دولت علیہ کا گیا ہوا رعب و اقتدار پھر قائم کیا۔

سنہ ۱۱۰۲ھ میں مرض استسقا میں سلیمان نے وفات پائی۔ عابد و زاہد و علم دوست تھا۔ جس وقت سلطنت کے لئے بلایا گیا تھا انکار کر دیا تھا۔ بڑے اصرار سے لوگ تخت پر لائے تھے۔

احمد ثانی

سلیمان ثانی کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس وجہ سے اس کا بھائی احمد خاں جس کی ولادت سنہ ۱۰۵۳ھ میں ہوئی تھی تخت نشین ہوا۔ اس نے جملہ مہمات کو وزیر کوپرلی کے ہاتھ میں چھوڑ دیا مگر اس کی عمر نے وفا نہ کی اور عین جوانی میں اسی سال انتقال کر گیا۔ اس کے بعد عربہ جی علی پاشا اس کی جگہ پر آیا۔ لیکن اس میں وہ لیاقت نہ تھی۔

احمد کے زمانے میں کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا بجز اس کے کہ جمہوریہ وینس نے جزیرۂ ساقز پر قبضہ کر لیا۔ ۲۱ ذیقعدہ سنہ ۱۱۰۶ھ میں احمد انتقال کر گیا۔

مصطفےٰ ثانی

مصطفےٰ ثانی سلطان محمد رابع کا بیٹا ہے۔ اس کی ولادت ۸ ذیقعدہ
سنہ ۱۰۷۴ھ میں ہوئی تھی۔ شجاعت میں نامور تھا۔ تخت نشینی کے تیسرے دن پولینیا
پر فوج کشی کی اور کئی مقامات پر فتوحات حاصل کیں۔

محاربات

پیٹر اعظم زار روس نے ازاق کا محاصرہ کر رکھا تھا اور چاہتا تھا کہ
اس کو فتح کر کے بحیرۂ اسود پر روسی بندرگاہ بنالے۔ سلطان نے
پہنچ کر اس کو وہاں سے ہٹا دیا۔ پھر ہنگری پر حملہ کیا۔ اور قلعہ لپا فتح کرتے ہوئے مقام
لگوس میں جنرل فترانی ہنگری کے سپہ سالار کو سخت شکست دے کر مع چھ
ہزار سپاہیوں کے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

سنہ ۱۱۰۷ھ میں اولاش میں آسٹریلیوں پر فتح حاصل کی جس کی وجہ سے
وہاں کا مشہور سپہ سالار اوجین دی سافوا مقابلے کے لئے آیا۔ اس نے ترکوں

پر اس وقت اچانک حملہ کر دیا۔ جب کہ وہ دریائے نیس کو عبور کر رہے تھے نہایت ابتری پھیلی۔ بہت سے ترک مقتول اور بہت سے غرق ہو گئے۔ صدر اعظم الماس پاشا بھی مارا گیا۔ اور اگر سلطان دریا کے اس پار نہ ہوتا تو وہ بھی نہ بچتا۔ اس کے بعد اوجین نے بوسینیا پر قبضہ کر لیا۔

سلطان کو اس طرف مشغول دیکھ کر پیٹر اعظم نے ازاق پر قبضہ کر لیا۔ جس کی وجہ سے سلطنت عثمانی دو طرف سے خطرے میں پڑ گئی۔ اُدھر آسٹریا۔ اِدھر روس لیکن حسین پاشا کوپریلی نے جزیرہ موریس جمہوریۂ وینس سے واپس لیا۔ آخر میں ۱۱۱۰ھ میں دولت علیہ کا روس۔ آسٹریا۔ وینس اور پولونیا کے ساتھ معاہدہ ہوا جو عہد نامہ رونتش کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ترکوں کو ہنگری اور ٹرانسلوانیا آسٹریا کے لئے یوکرین پولونیہ کے لئے۔ ازاق روس کے لئے اور جزیرہ نمائے مورہ اور اقلیم ڈلماسیا وینس کے لئے چھوڑنا پڑا۔ نیز یہ کہ آسٹریا آئندہ اس کو کوئی رقم بطور جزیہ کے بلکہ ہدیہ کے بھی نہیں دے گا۔

مسئلہ شرقیہ اس مسئلہ کا آغاز اگرچہ پہلے سے ہو چکا تھا لیکن اس معاہدے کے بعد دول یورپ کے مطامع ترکی املاک کی طرف بڑھ گئے۔ اور دریائے وینس کی شکست کے بعد ترکی فوجوں کا اہل مغرب پر جو رعب تھا جاتا رہا۔ اس لئے ان دولتوں نے یہ طے کر لیا کہ نہ صرف یہ کہ ترکوں کو آگے بڑھنے سے روکیں بلکہ رفتہ رفتہ یورپ سے خارج کر دیں۔ تاکہ اسلام

مسیحیت کا حریف نہ بن سکے۔

یہی وہ مسئلہ ہے جو مسئلہ شرقیہ کے نام سے موسوم ہے اور جو حقیقتاً بالکل مذہبی ہے مگر کمزور مسیحی اقوام کی حمایت کے نام سے اس پر سیاسی پردہ ڈالا گیا ہے۔

صدر اعظم حسین پاشا نے ملک کو خطرات سے گھرا ہوا دیکھ کر نہایت ہمت اور فرزانگی سے داخلی اصلاح کی طرف توجہ کی۔ تاکہ اقتصادی حالت کی درستی سے فوجی قوت میں اضافہ ہو۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ مسیحی رعایا کو راضی رکھنے کی کوشش کی۔ اور ان کے ساتھ مراعات برتی۔ تاکہ دشمنانِ دولت کو اپنے وسائس سے ان میں بغاوت پھیلانے کا موقع نہ مل سکے۔

حسین پاشا نے ملک کی انتظامی حالت بہت کچھ ٹھیک کر لی تھی اور سب کو امیدیں ہو گئی تھیں کہ وہ دولت علیہ کی قوت اور شوکت کو پھر تازہ کر دے گا۔ لیکن شیخ الاسلام فیض اللہ آفندی کی دراندازیوں سے جو سلطان کا استاد تھا حسین پاشا کو صدارت چھوڑنی پڑی۔ اس کی جگہ پر مصطفےٰ پاشا آیا جو چاہتا تھا کہ معاہدہ کارلووتس کو توڑ کر آسٹریا پر فوج کشی کرے۔ شیخ الاسلام نے اس کو بھی برطرف کرا دیا۔ اور اپنے ایک خاص دوست رامی پاشا کو صدارت دلوائی۔ جس نے شیخ الاسلام کے چاروں بیٹوں کو بڑے بڑے مناصب پر مقرر کر دیا۔ انکشاریہ اور دیگر امراء نے رامی پاشا کی مخالفت کی اور سلطان سے اس کی معزولی

کے خواہاں ہوئے۔ اس نے شیخ الاسلام کے دباؤ سے انکار کردیا جس پر انھوں نے سنہ ۱۱۱۵ھ مطابق سنہ ۱۷۰۳ء میں سلطان کو معزول کرکے اس کے بھائی احمد کو تخت پر بٹھا دیا۔

احمد ثالث

احمد پسر سلطان محمد رابع کی ولادت ۳ر رمضان ۱۰۸۳ھ میں ہوئی تھی۔ اس کے تخت پر بیٹھتے ہی انکشاریہ نے شیخ الاسلام فیض اللہ کو قتل کر ڈالا۔ سلطان نے اپنے داماد حسن پاشا کو صدر اعظم مقرر کر دیا۔ اس نے امن وامان قائم کیا۔ نیز بہت سے مدرسے کھولے اور ترسانہ یعنی کارخانہ جہاز سازی کو ترقی دی۔

پیٹر اعظم

زار روس پیٹر اعظم نے جو لائحہ عمل اپنے ملک کے سامنے رکھا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ ہم ایک طرف ہندستان اور دوسری طرف قسطنطنیہ سے قریب تر بڑھتے جائیں۔ کیونکہ ہندستان کی دولت جس کے پاس ہو وہ ساری دنیا سے بے نیاز ہے اور قسطنطنیہ پر جس کا قبضہ ہو وہ سارے عالم پر حکومت کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس لئے اپنے اس

مقصد کی تکمیل کے لئے سوید کے بادشاہ شارل دوازدہم کے ساتھ جنگ شروع کی۔ تاکہ درمیانی سلطنتوں کو کمزور کر کے قسطنطنیہ کے لئے اپنا راستہ صاف کرے۔

افسوس یہ ہے کہ اس وقت ترکوں نے پیٹر کی سیاست کو مطلق نہیں سمجھا۔ ورنہ ان کمزور سلطنتوں کی حمایت کرتے۔ شارل نے ہر چند اعانت طلب کی۔ لیکن باب عالی نے کوئی توجہ نہیں کی۔ حالانکہ وہ اس قدر بہادر تھا کہ روسیوں کو اس نے متعدد شکستیں دی تھیں۔ اور دولت علیہ نے اسکی مدد کی ہوتی تو غالباً ماسکو پر قابض ہو جاتا۔ آخر میں پولتاوا میں شکست کھانے کے بعد وہ باامید امداد عرصہ تک ترکی علاقہ میں پڑا رہا۔ مگر جب کوئی صورت نہ دیکھی تو چلا گیا۔

اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد جب بلطجی محمد پاشا صدارت پر آیا تو روس کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ محمد پاشا نے دو لاکھ فوج کے ساتھ پیٹر اعظم اور اس کی ملکہ کیتھرائن کو دریائے پروت کے متصل ایک قلعہ میں محصور کر لیا۔ لیکن ملکہ مذکورہ نے اپنے زیورات اور جواہر اس کی خدمت میں بھیج دیئے۔ جس کی وجہ سے اس نے ۹ جمادی الثانی ۱۱۲۳ھ کو پیٹر سے صرف یہ معاہدہ لکھوا کر کہ وہ قزاق کے معاملہ میں دخل نہ دے گا۔ محاصرہ اٹھا لیا سلطان نے اس خیانت پر اس کو معزول کر دیا۔ اور یوسف پاشا کو صدر بنایا

جو صلح پسند تھا۔ اس نے روس کے ساتھ معاہدہ کیا کہ فریقین میں ۲۵ سال تک جنگ نہ ہوگی۔ مگر چند ہی مہینوں کے بعد بوجہ اس کے کہ پیٹر نے معاہدۂ مذکور کی بعض شرطیں پوری نہیں کیں جنگ چھڑ گئی۔ ہالینڈ اور انگلینڈ نے اپنے تجارتی نقصانات کے خطرے سے بیچ میں پڑ کر صلح کرادی۔ ادرنہ میں معاہدہ لکھا گیا۔ جس میں روس کو بحیرۂ اسود پر کوئی بندرگاہ نہیں دی گئی۔

۱۱۲۷ھ میں جمہوریہ وینس کی حمایت سے مانٹی نیگرو نے بغاوت کی۔ صدر اعظم علی پاشا نے فوجیں لے جاکر جزیرۂ مورہ اور اس سارے عثمانی علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ جو اس نے دبا رکھا تھا۔ وینس نے فرانس اور آسٹریا سے امداد چاہی۔ پرنس اوجین فوج لے کر آیا۔ علی پاشا مقابلے میں مارا گیا۔ اور ترک شکست کھا گئے پرنس مذکور تمسوار اور بلغراد لیتا ہوا نیش تک آگیا۔ اس وقت انگلینڈ اور فلمنگ نے باہم مصالحت کرادی۔ جس میں بلغراد اور سربیا کے ایک بڑے حصے سے دولت علیہ کو دستبردار ہونا پڑا۔

علی پاشا کی جگہ ابراہیم پاشا صدر ہوا جو سلطان کا رشتہ دار تھا۔ اس نے باسفورس کے ساحل پر عالی شان محلات تعمیر کرائے۔ اور ان میں باغات لگائے روزانہ طرب نشاط کی محفلیں کرتا تھا جن میں خود سلطان بھی شریک ہوتا تھا اس وجہ سے اکثر ارکان سلطنت میں عیش پرستی کا مرض پھیل گیا۔

ایران اس زمانے میں میر اشرف کے تغلب سے شاہ ایران طہماسپ

خراسان کی طرف بھاگ گیا تھا. ترکی فوجوں نے یورپ کے نقصان کی تلافی کے لئے آرمینیہ اور گرجستان پر قبضہ کر لیا۔

شاہ طہماسپ نادر خاں کو ساتھ لے کر اصفہان کی طرف آیا۔ اور میر اشرف کو شکست دے کر اپنے آبائی تخت پر قابض ہو گیا۔ پھر باب عالی میں سفیر بھیجا کہ جو حصے ایران کے لے لئے گئے ہیں چھوڑ دیئے جائیں۔ صدر اعظم اور سلطان دونوں اپنے عیش میں مصروف تھے. کسی نے کوئی توجہ نہ کی. طہماسپ نے بڑھ کر تبریز پر قبضہ کر لیا۔ اور ترکی فوجوں کو مار کر نکال دیا۔ اس وجہ سے امراء انکشاریہ نے صدر اعظم کو قتل کر کے اس کے اموال لوٹ لئے۔ اور سلطان کو مخلوع کر کے اس کے بھتیجے محمود کو تخت نشین کر دیا۔

سلطان احمد کے زمانے میں ترکی سلطنت میں پہلا مطبع قائم کیا گیا اس کے کھولنے کی اجازت مفتی اعظم نے اس وقت دی. جب یہ شرط لے لی کہ اس میں قرآن نہ چھاپا جائے کیوں کہ موصوف کو تحریف کا خطرہ تھا۔

محمود اوّل

محمود اول سلطان مصطفےٰ ثانی کا بیٹا ہے۔ اس کی ولادت ۳ رمحرم سنہ ۱۱۰۸ھ میں ہوئی تھی۔ سنہ ۱۱۴۳ھ میں سریر سلطنت پر آیا۔ اس وقت ایک حجام لبطرونہ خلیل جو اس جماعت کا سرغنہ تھا۔ جس نے احمد کو مخلوع کیا تھا تمام سلطنت پر قابض تھا۔ محمود نے اس کے استبداد سے تنگ آکر اس کو قتل کرادیا۔ اور طوبال عثمان پاشا کو صدارت پر بلایا۔

نادر شاہ

اس زمانے میں ایران میں نادر شاہ افشار تخت پر آگیا تھا اس نے بغداد پر چڑھائی کی۔ طوبال پاشا نے جاکر مقابلہ کیا۔ مگر مارا گیا۔ نادر نے پھر موصل پر حملہ کیا۔ اور وہاں بھی ترکوں کو شکست دی۔ آخر میں ۱۸ رجمادی الاول سنہ ۱۱۴۹ھ مطابق ۴ ر ستمبر سنہ ۱۷۳۶ء میں تفلیس میں باہمی عہد مصالحت ہوا۔ جس میں دو سلطنتوں کے حدود وہ لکھے گئے جو مراد رابع

کے زمانے میں ۱۶۳۹ء کے معاہدے میں طے ہوئے تھے۔

روس و آسٹریا محاربات عجم کی مصروفیت کے زمانے میں روسیوں نے فوج کشی کی۔ دولت علیہ نے بھی فوجیں بھیجیں۔ روس نے آسٹریا کو بھی اپنے ساتھ متحد کر لیا۔ لیکن علی پاشا والی بوسنیا اور کوپریلی پاشا نے نیس میں اس کو سخت شکست دی اور بلغراد بھی لے لیا۔ صدر اعظم یکن پاشا نے اس سے بھی آگے بڑھ کر اس کو سمندرہ میں ہزیمت دی ادہر خان کریمیا اور سر عسکر عثمان پاشا نے روسیوں کو شکست دے کر ہٹایا۔ اس وجہ سے ان دونوں سلطنتوں نے فرانسیسی سفیر کے توسط سے صلح چاہی۔ ۱۴ر جمادی الثانی ۱۱۵۲ھ کو عہد مصالحت لکھا گیا جس میں آسٹریا سے بلغراد اور روس نے ازاق سے دست برداری لکھی نیز یہ کہ روس کو بحیرۂ اسود میں کسی جنگی کشتی رکھنے کا حق نہ ہوگا۔

۱۱۵۶ھ میں نادر شاہ نے پھر بغداد پر حملہ کیا۔ قریب تھا یکن پاشا اس کو شکست دیدے۔ لیکن تپ محرقہ میں مبتلا ہو کر وفات پا گیا جس کی وجہ سے ترکوں نے ہزیمت اٹھائی۔ اور دولتِ علیہ کو مصالحت کرنی پڑی۔

نادر شاہ نے سلطان محمود کے پاس بوجہ خلیفۃ المسلمین ہونے کے بار بار درخواست بھیجی کہ مذہب جعفری پانچواں مذہب تسلیم کیا جائے اور خانہ کعبہ میں جہاں چار مصلے ہیں۔ ایک مصلی جعفری بھی بڑھا یا جائے لیکن

ترکی کے شیخ الاسلام نے اس کو منظور نہیں کیا۔

ان محاربات کے بعد سلطان محمود نے اپنی تمام تر توجہ ملک کے اندرونی انتظامات کی طرف منعطف کی۔ اور نو سال تک لگاتار علمی اور اقتصادی ترقی دینے میں مشغول رہا۔ ایا صوفیہ اور جامع محمد فاتح میں کتب خانے قائم کئے اور نور عثمانیہ نامی ایک جامع بھی تعمیر کرائی۔

فرانس

سنہ ۱۷۴۰ء مطابق سنہ ۱۱۵۴ھ آسٹریا کے بادشاہ کی وفات پر اس کی بیٹی تخت پر بیٹھی۔ شاہ فرانس نے اپنی پرانی عداوت کی وجہ سے بعض دول کے ساتھ مل کر تقسیم کے ارادے سے آسٹریا پر حملہ کیا۔ سلطان محمود کو بھی لکھا کہ اس موقع پر اگر دولت علیہ بھی توجہ کسی کر دے تو سنگری یقیناً اس کو واپس مل جائے گا۔ جس سے روسی پیش قدمی کا سدباب ہو سکیگا۔ ورنہ رفتہ رفتہ روس ان حدود میں اتنی طاقت حاصل کر لے گا کہ سلطنتِ عثمانیہ خطرے میں پڑ جائے گی۔

ہرچند کہ شاہ فرانس کا یہ مشورہ اپنی غرض کی بنیاد پر تھا لیکن دولتِ علیہ کے بھی فائدے سے خالی نہ تھا۔ مگر سلطان نے کچھ توجہ نہ کی۔ اور آخرکار اس موقع کو کھو کر وہ نتائج دیکھنے پڑے جو دوسری صورت میں شاید نہ دیکھنے پڑتے۔

سنہ ۱۱۶۸ھ میں جمعہ کی نماز سے واپس آتے ہوئے راہ میں

گھوڑے کی پشت پر ہی سلطان محمود کا اِنتقال ہو گیا۔

عثمان ثالث

عثمان پسر سلطان مصطفےٰ ثانی کی ولادت سنہ ۱۱۱۰ھ میں ہوئی تھی محمود کے انتقال کے بعد ۱۱۶۸ھ میں سریر سلطنت پر آیا۔ اس کے عہد میں کوئی اہم بات نہیں ہوئی۔ صرف آستانہ میں آتشزدگی کئی بار ہوئی جن میں سخت نقصانات ہوئے۔

عثمان بدخلق اور وہمی تھا خفیف باتوں پر امرا سے بدگمان ہوجاتا تھا اکثر راتوں کو بھیس بدل کر دریافت حالات کے لئے نکلتا تھا۔ شطرنج کا شیدائی تھا۔ اور جانوروں کا عاشق۔ ایک بار اس کا گھوڑا مرگیا۔ اس کے لئے اسکدار میں نہایت مکلف قبر بنوائی اور دفن کیا

اس کے سہ سالہ عہد میں سات وزیر بدلے گئے۔ آخری محمد راغب پاشا تھا۔ جو علم دوست اور مدبر تھا۔

سلطان عثمان نے ۱۶ صفر ۱۱۷۱ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۷۵۷ء میں وفات پائی۔

مصطفےٰ ثالث

عثمان کی وفات کے بعد مصطفےٰ ثالث پسر سلطان احمد ثالث جس کی عمر ۴۳ سال کی تھی تخت نشین کرایا گیا۔ اس کے زمانے میں راغب پاشا صدر اعظم نے ملک کے اندرونی انتظامات بہت کچھ ٹھیک کرلئے تھے۔ نیز مدرسے اور کتب خانے کھولے۔ لیکن چند ہی سال کے بعد ۱۱۷۶ھ میں انتقال کرگیا۔

روس اس زمانے میں روس نے اپنے ہر شعبے میں ترقی کی تھی خاص کر اس کی فوجی قوت بہت بڑھ گئی تھی۔ ۱۱۸۳ھ میں اس نے آسٹریا اور پرشیا کو متحد کرکے دولت علیہ کے ساتھ جنگ شروع کی اور فتوحات حاصل کرتا ہوا رومانیہ تک آگیا۔ دوسری طرف اس کے فرستادوں نے جزیرہ مورہ میں پہنچ کر وہاں کے باشندوں کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ روسی

بیڑے نے بحیرۂ بالٹک سے مغربی سواحل کو قطع کرتے ہوئے یونان کے بندرگاہ کورون پر پہنچ کر لنگر ڈالا۔ اس کے بھروسے پر مورہ والوں نے بغاوت کردی لیکن عثمانی فوج نے فوراً ہی اس کو فرو کردیا۔ روسی بیڑے نے آگے بڑھ کر ترکی بیڑے کا مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی۔ اس کے بعد اس کی دو تارپیڈو کشتیاں خلیج چشمہ میں آگئیں۔ جنھوں نے ازمیر کے متصل عثمانی بیڑے کو ایک طرف سے غرق کردیا۔ روسی امیر البحر الفنسٹن نے ارادہ کیا کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرے۔ اس لئے جزیرہ لمنوس پر قبضہ کرکے اس کو اپنا مستقر بنایا۔

اس فرصت میں ہنگری کے ایک سپہ سالار بیرن دی توت نے جو دولت علیہ کی ملازمت میں تھا۔ درہ دانیال کے قلعوں کو درست کرکے ان کے اوپر بھاری توپیں چڑھادیں۔ نیز متعدد تجارتی جہازوں کو توپوں سے مسلح کرکے جنگی بنالیا۔ ایک کارخانہ توپ ڈھالنے کے لئے اور دوسرا جہاز سازی کے لئے قائم کردیا۔ اس کے ساتھ توپ کے استعمال اور جدید بحری فنون حرب کے لئے ایک مدرسہ بھی کھولا۔ جس میں تھوڑے عرصہ میں بہت سے بحری جنگ کے واقف امراء تیار ہوگئے۔ انھیں میں سے قبودان حسن بک تھا۔ جس نے دوسرے سال روسیوں کو جزیرہ لمنوس سے شکست دے کر نکال دیا۔

دوسری طرف روسی فوجیں کریمیا میں داخل ہوگئیں۔ اور وہاں کے امیر

سلیم گرائی خاں سے جو دولت علیہ کا ماتحت تھا وعدہ کیا کہ ہم تم کو مستقل امیر تسلیم کرلیں گے۔ چنانچہ اس نے اس فریب میں آکر ان کا مقابلہ نہیں کیا بلکہ اپنے دونوں بیٹوں کو سینٹ پیٹرسبرگ میں ملکہ کیتھرائن کے پاس بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا۔ مگر روسیوں نے کریمیا میں داخل ہو جانے کے بعد اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس لئے مجبوراً سلیم گرائی نے دولت علیہ کے پاس پناہ لی۔

روسی فوجیں بڑھتی ہوئی بلقان تک آگئیں۔ اس وقت انھوں نے شرائط صلح پیش کیں۔ لیکن وہ نہایت سخت تھیں۔ اس لئے قبول نہیں کی گئیں۔ اور ترکی فوجوں نے جم کر مقابلہ شروع کیا۔

مصر

علی بک مصر کا والی تھا۔ روسیوں نے اسکو بھی آزادی کا سبز باغ دکھا کر دولت علیہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ اس نے شام کے شہروں غزہ۔ نابلس۔ بیت المقدس یافا اور دمشق وغیرہ فتح کر لئے چاہتا تھا کہ اناطولیہ پر حملہ آور ہو۔ لیکن مصر کے ممالک میں سے ایک امیر محمد بک ابوذہب نے سر اٹھایا تھا جس کے مقابلے کے لئے واپس گیا۔ ابوذہب نے علی بک اور اس کے ساتھ روسی مددگار امرا کے سر کاٹ کر ۱۱۸۷ھ میں قسطنطنیہ بھیج دیئے۔

اسی سال سلطان مصطفےٰ پیہم شکستوں اور بغاوت کے تردداتِ سے متاثر ہو کر ۹ شوال کو انتقال کر گیا۔

یہ نجوم کا بہت قائل تھا۔ ہر کام کے لئے منجموں سے ساعت پوچھتا تھا۔ اور دولت کا سخت حریص اور نہایت خسیس۔ لیکن جنگ روس میں اپنا سارا جمع کردہ سرمایہ صرف کر دیا۔ ایک جامع اس کی یادگار ہے۔ جو اس نے اپنی والدہ کی قبر پر بنوائی تھی۔ نیز جامع فاتح کی بھی مرمت کرائی جو زلزلے سے شکستہ ہو گئی تھی۔

عبدالحمید اول

عبدالحمید اول پسر سلطان احمد ثالث کی ولادت ۱۱۳۷ھ میں ہوئی تھی۔ سلطان مصطفیٰ کے گذر جانے پر ۱۱۸۷ھ میں تخت پر بیٹھا۔ امور سلطنت اور سیاست سے بے خبر تھا۔ اس لئے عثمانیوں کو اس کے جلوس سے کوئی امید بھی نہ تھی۔

اس وقت اندرونی بغاوتوں اور بیرونی جنگوں کی وجہ سے سلطنت کی حالت نہایت سقیم ہو رہی تھی۔ خزانہ بالکل خالی تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے جلوس کے موقع پر فوج کو حسب دستور کوئی انعام بھی نہیں دے سکا۔

روس

روس پوری طاقت سے جنگ میں مشغول تھا۔ صدر اعظم نے روسی فیلڈ مارشل رومانزوف سے مجبوراً انجارسٹ کی شرائط پر جن کو مصطفیٰ ثالث نے نامنظور کر دیا تھا۔ صلح کر لی۔ ۲۱ر جولائی ۱۷۷۴ء میں

اس عہدنامے کی تکمیل ہوئی۔ اس کی رُو سے گرجستان و چرکس مع قلعہ ازاق کے رُوس کو مل گئے۔ اور کریمیا دولت علیہ کی سیادت سے نکل کر ایک مستقل سلطنت ہوگئی۔

ایران ملک کی اندرونی حالت اس وقت نہایت ابتر تھی، صدر اعظم نے اس کے انتظام کی طرف پوری توجہ مبذول کی لیکن اسی اثناء میں کریم خاں زند نے جو تخت پر غاصبانہ قابض ہوگیا تھا۔ عراق پر لشکر کشی کردی اور بصرہ پر قبضہ بھی کر لیا۔ سلیمان پاشا والی بغداد نے متعدد معرکوں کے بعد اس کو وہاں سے نکالا۔

کریمیا کریمیا میں استقلال کے بعد ہی روس نے ۱۱۹۸ھ میں اندرونی دسائس سے شورش برپا کر کے فوجیں بھیجدیں جنھوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد روس اور آسٹریا نے ترکی سلطنت کو آپس میں تقسیم کر لینے کا منصوبہ باندھا۔ اور اس کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے انگلستان میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی۔

صدر اعظم خلیل پاشا تجربہ کار اور دانشمند تھا۔ اور روس اور آسٹریا کی نیتوں سے اچھی طرح واقف۔ اس نے فرخ علی پاشا کو بھیج کر قفقاز کے مسلمانوں کی ایک عظیم الشان جمعیت تیار کی تھی۔ چاہتا تھا کہ کریمیا کو فتح کر کے روسی مطامع کا سدّباب کردے لیکن خودغرض امرا کے حسد کی وجہ

سے وہ اپنے منصب سے معزول کر دیا گیا جس کی وجہ سے یہ مقصد پورا نہ ہو سکا۔

مصر ۱۲۰۰ھ میں مصر میں فتنے برپا ہوئے۔ حسن پاشا قبودان جنگی کشتیاں لے کر گیا اور ان کو فرو کر کے واپس آیا۔

روس و آسٹریا ۱۲۰۱ھ میں روس نے پھر جنگ شروع کی۔ دوسری طرف آسٹریا نے بھی چڑھائی کر دی۔ دولتِ علیہ کو دونوں کا ایک ساتھ مقابلہ کرنا پڑا۔ آسٹریا کے محاذ پر صدرِ اعظم خوجہ یوسف پاشا خود گیا اور شکست پر شکست دے کر پچاس ہزار آسٹریوں کو گرفتار کر لیا۔ لیکن روس کے مقابلے میں ترکوں نے ہزیمت اٹھائی۔ مگر اسی درمیان میں سوید کے ساتھ روسیوں کی جنگ چھڑ گئی۔

وفات ۱۲۰۳ھ میں عبدالحمید اول نے انتقال کیا۔ نیک دل خوش عقیدہ اور متقی تھا لیکن سیاست اور اصولِ حکومت سے بے خبر۔ اس کے عہد میں دولتِ علیہ بہت کمزور ہو گئی۔ جس کی وجہ سے روس و آسٹریا وغیرہ مغربی دول نے اس کو اپنی مطامع کی جولانگاہ بنا لیا۔

سلیم ثالث

سلیم پسر مصطفےٰ ثالث کی پیدائش ۱۱۷۵ھ میں ہوئی تھی۔ ۲۸ سال کی عمر میں سنہ ۱۲۰۳ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس وقت ہر طرف سے جنگ اور یورش کی گھٹائیں ملک پر چھائی ہوئی تھیں اور لشکر مسلسل لڑائیوں سے تباہ اور خزانہ خالی تھا۔

روس و آسٹریا

روسی فوجیں فلاخ، بغدان کو فتح کرتی ہوئی بسری بیا تک پہنچ گئیں۔ دوسری طرف آسٹریا نے بھی تازہ دم فوجوں سے فتوحات شروع کیں۔ صدر اعظم شریف حسین پاشا نے ان کیلے کر آسٹریا کو برکوئی پر سخت شکست دیدی۔ اسی زمانے میں آسٹریا کا بادشاہ یوسف ثانی مر گیا۔ اور اس کی جگہ لیوپولڈ دوم تخت نشین ہوا چونکہ یہ اس وقت لوئیس شانزدھم شاہ فرانس کے خلاف اس کے ملک میں سخت بغاوت تھی اس وجہ سے لیوپولڈ نے اس خوف سے کہ کہیں اس کے شعلے آسٹریا تک نہ پہنچ جائیں۔ مناسب سمجھا کہ

دولت علیہ سے صلح کر کے اپنی ساری قوت ملک میں جمع رکھے۔ چنانچہ مقام استوا میں ۲۲ رذی الحجہ ۱۲۰۵ھ کو عہد مصالحت لکھا گیا۔ جس میں آسٹریا نے وہ سارا حصہ جو فتح کر لیا تھا۔ مع بلغراد اور سربیا کے واپس کر دیا۔ اور سابقہ حدود بدستور قرار پائے اس کے بعد انگلستان اور پرشیا کے توسط سے روس کے ساتھ بھی صلح ہو گئی اور ۱۵ جمادی الاول ۱۲۰۶ھ کو معاہدہ لکھا گیا۔ جس میں دولت علیہ نے کریمیا بسربیا اور وہ سارا علاقہ جو دریائے بوح اور دنیسٹر کے درمیان ہے۔ روس کے لئے چھوڑ دیا۔

اصلاحات

ان لڑائیوں میں سلطان نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی کہ عثمانی فوج خاص کر انکشاریہ کی بدنظمی، نافرمانی اور ابتری کی وجہ سے پے در پے شکستیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اس لئے ان معاہدات کے بعد اس نے اپنی تمام تر توجہ فوج کی اصلاح کی طرف مبذول کی۔ کوچک حسین کو جو ایک ذہین اور یورپ کی افواج اور سیاسیات سے باخبر شخص تھا۔ ناظم افواج مقرر کیا۔ اس نے بری اور بحری فوجوں کی تنظیم شروع کی۔ متعدد جنگی جہازات جدید اصول کے مطابق تیار کرائے۔ سرحدوں پر مدافعت کے لئے قلعے بنوائے۔ سوئیڈن اور انگلستان سے بہت سے ماہرین کو بلا کر توپ ڈھالنے کے کارخانے میں لگایا۔ اور مدرسہ بحریہ اور توپچیہ کو جس کو ہنگری امیر بیرون دی توت نے قائم کیا تھا۔ ترقی دی۔ فن حرب اور استحکامات جنگی پر جو کتابیں فرنچ میں لکھی گئی

تھیں۔ اُن کے ترجمے کرائے تاکہ ترکی فوجی طلبار مغربی فنون جنگ سے واقف ہوں۔

جدید اصول پر پہلا فوجی دستہ جس کی تعداد بارہ ہزار تھی ۱۲۱۰ھ میں تیار ہوا۔ اس کی قیادت ایک نومسلم انگریز انکلیز مصطفےٰ نامی کے سپرد کی گئی۔

نپولین

جمہوریہ فرانس نے ۱۲۱۳ھ میں نپولین بوناپارٹ کو ۳۶ ہزار بحری فوج کے ساتھ فتح مصر کے لئے بھیجا تاکہ ہندوستان کے ساتھ انگریزی تجارت روک دی جائے۔ اس نے بلا اعلانِ جنگ پہلے مالٹہ پر قبضہ کیا۔ پھر سکندریہ میں لاکر فوجیں اتاریں۔ ابراہیم بک اور مراد بک امرار ممالیک جو دولت علیہ سے باغی ہوکر مصر پر بالاستقلال قابض ہو گئے تھے۔ مقابلہ میں شکست کھا گئے اور نپولین نے قاہرہ پر تسلط حاصل کرلیا۔ وہاں اس نے یہ بیان کیا کہ میں مصر کو فتح کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ دولتِ علیہ کی امداد کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ تاکہ اس کے باغیوں کی سرکوبی کروں۔

دولت علیہ کو جب اطلاع موصول ہوئی تو اس نے نپولین سے لڑنے کی تیاری شروع کردی۔ اس وقت روس اور آسٹریا کی طرف سے اطمینان تھا۔ کیونکہ وہ دونوں جمہوریہ فرانس کے ساتھ برسرِ پیکار تھیں۔ انگریزوں نے بھی مصر سے نپولین کو نکالنے میں ترکوں سے مدد کا وعدہ کیا۔ کیونکہ اس سے

ہندوستان کے ساتھ ان کی تجارت خطرے میں پڑگئی تھی۔ اور روس نے بھی بحیرۂ اسود کے جنگی جہازوں سے ترکوں کے دوش بدوش لڑنے کی درخواست کی۔ باب عالی نے ۱۲ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ میں فرانس کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا اور دمشق میں فوجیں جمع کیں۔ بحری حملے کیلئے ترکی جہازوں کے ساتھ روسی اور انگریزی آہن پوش بحیرۂ روم میں آگئے۔

نپولین ترکوں کے مقابلہ کے لئے تیرہ ہزار فوج لے کر عریش سے شام کی طرف چلا۔ غزہ۔ رملہ اور یافہ فتح کرتا ہوا عکہ کا محاصرہ کیا۔ لیکن بحری سمت سے وہاں امداد اور رسد پہنچتی تھی اور محاصرہ کے لئے جو توپیں مصر سے روانہ ہوئی تھیں۔ ان کو سڈنی اسمتھ انگریزی امیرالبحر نے چھین لیا تھا۔ علاوہ بریں والی عکا احمد پاشا جزار نہایت بیدار مغز اور شجاع تھا۔ اس لئے نپولین اس کو فتح نہ کرسکا۔ جب ترکی فوجیں دمشق سے بڑھیں تو وہ محاصرہ اٹھا کر قاہرہ میں آگیا۔ یہاں ترکی جہازوں نے رودس سے ۱۸ ہزار فوجیں لا کر اتار دی تھیں۔ جو ابوقیر میں تھیں۔ نپولین نے جا کر ان کو شکست دے دی۔ اور ان کے سپہ سالار مصطفیٰ پاشا اور فوج کے بڑے حصے کو گرفتار کرلیا۔

اسی درمیان میں اس کو خبر ملی کہ فرانس میں آسٹریا سے پے در پے شکست کھانے کے بعد طوائف الملوکی پھیل گئی ہے۔ اس لئے انگریزی جہازوں کے خوف سے رات کو خفیہ اسکندریہ سے نکل بھاگا۔ اس کی فوج

بھی چند مقابلوں کے بعد ۲۸ صفر ۱۲۱۶ھ میں مجبوراً مصالحت کر کے معہ اپنے ساز و سامان کے مصر چھوڑ کر چلی گئی۔

فرانس پہنچ کر نپولین رئیس جمہوریہ منتخب ہو گیا۔ اس نے دولتِ علیہ کے قنصل اسعد آفندی کے توسط سے باب عالی سے لکھ کر روس جزائر یونان پر قابض ہو چکا ہے اور انگریز مصر میں قائم جمائے ہوئے ہیں۔ ان کی دوستی میں ترکی سلطنت کے لئے خطرات ہیں۔ لہٰذا فرانس کے ساتھ قدیمی دوستانہ تعلقات پھر قائم ہونا چاہئیں۔

دولت علیہ اس حقیقت سے بے خبر تھی۔ چنانچہ جمادی الثانی ۱۲۱۶ھ میں دونوں سلطنتوں میں جدید عہدنامہ لکھا گیا جس میں فرانس نے مصر اور جزائر یونان پر دولت علیہ کے مکمل حقوق تسلیم کئے۔ اور دولت علیہ نے اس کے سابقہ امتیازات عطا فرمائے۔

اس کے دوسرے سال انگریزوں نے مصر خالی کر دیا۔ جزائر یونان کی ایک مستقل جمہوریہ قائم کر کے باتفاق روس دولت علیہ کے تابع کر دی گئی۔

اس کے بعد نپولین نے اپنا سفیر قسطنطنیہ میں بھیجا تاکہ تعلقات زیادہ مستحکم ہو جائیں۔ اس کی کوشش سے فلاخ اور بغدان کے امراء جو روس کے طرفدار تھے۔ موقوف کر دیئے گئے۔ اور ان کی جگہ دوسرے والی بھیجے گئے۔ اس پر روس نے بلا اعلانِ جنگ وہاں اپنی فوجیں بھیج دیں۔ جس کی وجہ سے

ترک لڑائی پر مجبور ہو گئے۔ انگریزوں نے روس کا ساتھ دیا۔ ان کا بیڑہ درہ دانیال کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اور انگریزی سفیر اربتھناٹ نے باب عالی میں یہ مطالبات پیش کئے کہ انگلستان کے ساتھ حلیف ہونے کا عہد کیا جائے۔ اور ترکی بیڑہ اور درہ دانیال کے قلعے اس کے حوالے کر دیئے جائیں۔ اور فلاخ و لبغدان روس کے۔ ورنہ انگریزی بیڑہ مجبور ہو گا کہ آبنائے سے گذر کر آستانہ پر گولہ باری کرے۔

فرانسیسی سفیر کی کوشش سے یہ مطالبات نامنظور کر دیئے گئے۔ جس پر انگریزی بیڑے نے گیلی پلی تک بڑھ کر عثمانی جہازوں پر گولہ باری کی۔ لیکن آگے نہیں جا سکا۔ مقابلے کی تیاریاں دیکھ کر واپس ہوا۔ اور مصر کے سواحل میں جا کر اسکندریہ کو محصور کر لیا۔ لیکن وہاں کے والی محمد علی پاشا[1] کی بیدار مغزی سے کچھ نہ کر سکا اور بے نیل مرام واپس گیا۔

---

[1] مصر کے موجودہ حکمراں خاندان خدیوی کا بانی محمد علی پاشا مقام قولہ کا باشندہ تھا جو سلانیک سے ۱۲۸ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ نپولین کے احتلال مصر پر جو ترکی فوج مقابلے کے لئے آئی تھی۔ اسمیں یہ بھی ابوقیر کی جنگ میں شریک تھا۔ فرانسیسیوں کے چلے جانے کے بعد خسرو پاشا نے جس کو باب عالی نے مصر کا والی مقرر کیا تھا محمد علی کو چار ہزار سپاہیوں کا امیر بنادیا۔ یہ اپنی شجاعت اور شہامت کی بدولت تمام فوج میں اس قدر ہردلعزیز ہو گیا کہ رفتہ رفتہ مصر کی ولایت اور پھر اس کی مستقل حکومت حاصل کرکے رہا۔

معزولی سلیم نے جو جدید فوج تیار کی تھی۔ اس کی وجہ سے انکشاریہ اور غیر منتظم فوج کی وقعت گھٹ گئی۔ اس لئے انھوں نے فوجی اصلاح کی مخالفت شروع کی۔ علماء اور بعض امراء نے ان کا ساتھ دیا۔ ان لوگوں نے ایک فتنہ پرداز شخص قباچی مصطفےٰ نامی کی قیادت میں بغاوت کا اعلان کر دیا اور سلطان سے ان وزراء کے قتل کا مطالبہ کیا جو ان اصلاحات کے حامی تھے سلطان کو تسکین فتنہ کے لئے ان کا مطالبہ منظور کرنا پڑا۔ لیکن انھوں نے اسی پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ شیخ الاسلام عطاء اللہ آفندی سے سلطان سے خلع کا فتوےٰ لے کر اس کو تخت سے اتار دیا اور مصطفےٰ ا کو سلطان بنا دیا۔

سلطان سلیم نیک دل۔ بہادر اور علم دوست تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ طبیعت میں نرمی اور مہربانی بہت تھی۔ جس کی وجہ سے باغیوں سے دب گیا۔ اور اس کی ساری اصلاحی کوششیں اکارت گئیں۔

مصطفےٰ رابع

مصطفےٰ رابع پسر سلطان عبدالحمید کی ولادت ۱۱۹۳ھ میں ہوئی تھی ۲۹ سال کی عمر میں ۱۲۲۲ھ میں تخت پر بیٹھایا گیا۔ اس نے ان تمام اصلاحات کو جو سلیم کے وقت میں نافذ کی گئی تھیں یک قلم منسوخ کر دیا۔

اس وقت دولت علیہ اور روس میں دریائے ڈینوب کے کنارے جنگ ہو رہی تھی۔ وہاں جب یہ خبر پہنچی تو انکشاریہ نے خوشی منائی۔ لیکن صدر اعظم حلمی ابراہیم پاشا نے افسوس کا اظہار کیا تو انکشاریہ نے اس کو قتل کر ڈالا۔ جس کی وجہ سے فوج میں ابتری پھیل گئی۔ خوش قسمتی سے روس اس وقت نپولین کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو گیا تھا۔ ورنہ اس کا نتیجہ ترکوں کے حق میں نہایت برا ہوتا۔

روس نے نپولین سے شکست کھائی۔ اس لئے اس کو ترکوں سے بھی صلح کرنی پڑی۔

اس کے بعد ۷ جون ۱۸۰۷ء میں ایک خفیہ معاہدہ زار روس اسکندر اول اور دولتِ علیہ کے دوست نپولین کے درمیان ہوا۔ جس کی ایک دفعہ یہ تھی کہ فرانس کے توسط سے اگر روس کے مطالبات باب عالی نے منظور نہ کیے تو دونوں متحد ہو کر بجز آستانہ اور اس کے حوالی کے جملہ عثمانی مغربی مقبوضات آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ بوسنیا، البانیا، یونان اور مقدونیا فرانس لے گا اور رومانیہ اور بلغاریہ روس، سربیا، آسٹریا کے ساتھ ملحق کر دیا جائے گا۔

یارانِ روسچق

آستانہ میں سلطان مصطفیٰ نے جب اصلاحات کو منسوخ کیا اس وقت رجالِ اصلاح میں سے پانچ شخص تحسین آفندی بہیج آفندی، رامز آفندی، رفیق آفندی اور غالب آفندی جو یارانِ روسچق کے نام سے تاریخ میں مشہور ہیں۔ بھاگ کر علمدار مصطفیٰ پاشا والی روسچق کے پاس پہنچے۔ وہ بھی اصلاحات کا حامی تھا۔ اس لئے سب نے مل کر یہ طے کیا کہ دوبارہ سلیم کو سلطان بنائیں۔

علمدار مصطفیٰ عاقل اور باحمیت امیر تھا۔ اس نے امراء آستانہ کے نام خطوط بھیجے جن میں سے اکثر اس کے ساتھ متحد ہو گئے۔ اب وہ اپنی فوج لے کر آستانہ کی طرف بڑھا اور وہاں سلطانی کوشک کا محاصرہ کر لیا۔ جب اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ اہلِ قصر نے سلیم کو قتل کر ڈالا ہے۔ اس وجہ سے سلطان مصطفیٰ کے بھائی محمود کو تخت پر بٹھایا۔ اور قباپچی اور اس کے ساتھیوں کو جنہوں نے بغاوت کی تھی۔ قتل کر ڈالا۔

محمود ثانی

محمود پسر سلطان عبدالحمید کی ولادت سنہ ۱۲۰۰ھ میں ہوئی تھی۔ ۱۲۲۳ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس نے علمدار مصطفیٰ کو صدر اعظم مقرر کر کے سلطان سلیم کی فوجی اصلاحات کو جو منسوخ کردی گئی تھیں۔ از سر نو جاری کیا۔ انکشاریہ نے پھر بغاوت کی۔ صدر اعظم کو قتل کر دیا۔ اور چاہا کہ محمود کو بھی معزول کر کے پھر مصطفیٰ کو تخت پر لائیں۔ لیکن سلطان محمود نے مصطفیٰ کو قتل کرا دیا۔ جب ان کو اس کا علم ہوا تو اس شرط پر محمود کو باقی رکھا کہ اصلاحات نافذ نہ کرے۔

روس روس نے عہد نامے کی تجدید کرنی چاہی۔ لیکن چند شرطیں پیش کیں جن کو باب عالی نے منظور نہیں کیا۔ اس لئے لشکر کشی کی اور اس کی فوجیں حدود عثمانیہ میں بلغاریہ تک آگئیں۔ ترکوں نے مجبوراً قلعہائے بندر، کیلی، خونیں، اور آق کرمان وغیرہ دے کر اس کے ساتھ مصالحت کی

دریائے بردوت دونوں سلطنتوں کے درمیان حدِ فاصل قرار پایا۔

نجد

دیارِ عرب میں بے علمی کی وجہ سے دورِ جاہلیت پھر تازہ ہو گیا اور وہاں کے لوگ بالعموم شرک بدعت اور دین کے نام سے خرافات رسوم میں مبتلا ہو گئے۔ شیخ محمد عبدالوہاب نے بارھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں نجد میں دینی اصلاح کی کوشش کی اور باشندوں کو قرآن و سنت کا تابع اور سلف صالح کا پیرو بنایا۔ اور ان میں علوم دینیہ کی اشاعت کی۔ جس کی بدولت اہل نجد نے اپنی حالت درست کر کے ترقی شروع کی۔ اور امراءِ نجد نے بجز حضرموت اور یمن کے ایک قلیل حصے کے سارے عرب پر قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ حجاز کو بھی شریف غالب کے ہاتھ سے جو ترکی سلطنت کی طرف سے مامور تھا نکال لیا۔ اُن کی اس بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر بابِ عالی کے حکم سے سلیمان پاشا والی عراق نے ۱۲۱۳ھ میں لشکر کشی کی۔ لیکن احساء سے پہلے ہی معرکے میں اس کو واپس آنا پڑا۔ اس کے بعد سعود بن عبدالعزیز امیر نجد نے کربلا سے حلب تک فتح کر لیا۔ پھر ۱۲۲۴ھ میں چھ ہزار فوج لے کر شام پر حملہ کیا۔ اور حوران وغیرہ پر قبضہ کرتا ہوا دمشق تک پہنچ گیا۔ وہاں کے والی یوسف پاشا گنج نے وعدہ کر لیا کہ میں وہابی دعوت کو قبول کروں گا۔ اس لئے سعود اس کو چھوڑ کر واپس چلا آیا۔

سلطان محمود علی پاشا والی عراق عبداللہ پاشا والی شام اور شریف

پاشا سپہدار جادہ تینوں کو حکم دے دیا کہ عربوں اور کردوں کا لشکر لے کر نجد پر حملہ کریں۔ لیکن اسی درمیان میں کردستان میں بغاوت ہو گئی۔ جس کی وجہ سے یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ اب باب عالی نے محمد علی پاشا کو جس نے اپنی قوت سے مصر کی ولایت حاصل کر لی تھی۔ حرمین شریفین کی بھی ولایت کا فرمان دے کر نجدیوں کے استیصال کے لئے مامور فرمایا۔

سنہ ۱۲۲۶ھ میں محمد علی پاشا نے پہلے اپنے بیٹے طوسون پاشا کو نجد کی مہم پر بھیجا۔ پھر خود بھی فوجیں لے کر آیا۔ مگر جب تک سعود زندہ رہا۔ اس وقت تک کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ سنہ ۱۲۲۹ھ میں جب سعود مر گیا۔ اور اس کا بیٹا عبداللہ اس کی جگہ امیر ہوا۔ اس وقت بعض امرار نجد محمد علی پاشا کی زر پاشیوں کی بدولت مصریوں سے مل گئے۔ محمد علی پاشا نے اپنے دوسرے بیٹے ابراہیم پاشا کو اپنی پوری قوت کے ساتھ نجد کی طرف بھیجا۔ مقام مادیہ میں نجدیوں نے مصری توپوں کے مقابلے میں شکست کھائی۔ اور عبداللہ اپنے مرکز درعیہ میں آکر قلعہ گیر ہو گیا۔ ابراہیم پاشا نے محاصرہ کیا۔ سخت مقابلوں کے بعد آخر کار نجدیوں کو شہر کا دروازہ کھولنا پڑا۔

ابراہیم پاشا نے عبداللہ اور اس کے کاتب و خزینہ دار کو مصر بھیج دیا جہاں سے وہ قسطنطنیہ روانہ کئے گئے تھے۔ سلطان محمود نے ان کو ایا صوفیہ کے میدان میں سنہ ۱۲۳۴ھ میں قتل کرا دیا۔ اسی سال ابراہیم پاشا نے اپنے باپ

کے حکم سے درعیہ شہر کو جو وہابیہ کا مرکز تھا کھود کر پھینک دیا اور اس آباد مقام کو ویرانہ بنا دیا۔

علی پاشا یونان میں یانیا کا والی علی پاشا پر سطوت اور با اثر حاکم تھا جس سے سارا یونان لرزتا تھا۔ ہر چند کہ وہاں کے باشندوں میں اپنے استقلال کی خواہش سے بغاوت کا خیال موجود تھا۔ مگر اس کے خوف سے کوئی پتہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تھا۔ روسیوں کے لئے جو یونانیوں کے پشت و پناہ بنے ہوئے تھے۔ اور دولت علیہ کے خلاف ان کو ابھارنا چاہتے تھے علی پاشا کا وجود بہت ناگوار تھا۔

سلطان کے مقربین میں سے ایک شخص حالت آفندی نے علی پاشا کے خلاف سازش شروع کی اور رفتہ رفتہ سلطان کو اس کی طرف سے بدظن کر دیا سلطان نے چاہا کہ علی پاشا کو معزول کر دے۔ اس نے بغاوت کر دی۔ اسلئے اسکے استیصال کے واسطے خورشید پاشا بھیجا گیا۔ جس نے پورے دو سال کی جنگ کے بعد اس کو قتل کیا۔

علی پاشا کے مارے جانے کے بعد یونانی اپنے استقلال کا دعوے لے کر کھڑے ہوئے اور چند قلعوں پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ باب عالی نے ابراہیم پاشا مصری پسر محمد علی پاشا کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے جا کر بغاوت فرو کی۔

انکشاریہ نجد و یونان کی مہموں سے فراغت کے بعد سلطان محمود نے جدید اصطلاحات کرنی چاہیں۔ انکشاریہ نے پھر بغاوت کی اور باب عالی اور وزراء کے دولت کدوں کو لوٹ لیا۔ سلطان محمود نے مجبوراً لوار نبوی نکالا۔ جوق در جوق مخلوق اس کے گرد آکر جمع ہوگئی۔ چونکہ لوگ بالعموم انکشاریہ سے تنگ آ گئے تھے۔ اس لیے اُن کے اوپر ٹوٹ پڑے۔ اور محمد پاشا اور آغا حسین کی قیادت میں انکشاریہ کو جو آتی میدان میں جمع تھے قتل کر کے فنا کر دیا۔ اس کے بعد جملہ صوبجات عثمانی میں ان کے اخراج کے فرمان بھیج دیئے گئے۔

یونان انقلاب فرانس کے اثر سے یورپ کے ہر حصے میں آزادی کے خیالات پیدا ہو گئے تھے۔ یونانیوں نے بھی جو دولت علیہ کے تابع تھے اپنی آزادی کے لئے انجمنیں قائم کیں۔ جن کے مرکز روس و آسٹریا میں تھے سلطان محمود نے انکشاریہ کو مٹانے کے بعد جب اصلاحات شروع کیں۔ اس وقت یونانیوں نے انگلستان، فرانس اور روس کی امداد سے اپنی آزادی کا مطالبہ کیا۔ باب عالی نے قطعی انکار کر دیا جس پر یونانی اور ان کے مددگاروں نے جزیرہ ساقز کے متصل سارے ترکی جہازوں کو غرق کر دیا۔ جس میں تین ہزار ترک شہید ہو گئے۔ پھر روس نے یونان کے استقلال کی تصدیق کے لیے حدود عثمانی میں لشکر کشی کی۔ دوسری طرف سے فرانس کی فوجیں موره میں آکر قلعہ میں داخل ہو گئیں۔ اس لئے دولت علیہ کو یونان کا استقلال قبول کرنا پڑا۔ اس شرط

پر کہ وہ پانچ لاکھ فرنٹس سالانہ خراج ادا کرتا ہے۔

الجزائر ۱۲۴۶ھ میں فرانس نے محض اس بہانہ سے کہ الجزائر کے ایک متغلب نے فرنچ کشتیوں پر حملہ کیا تھا۔ وہاں فوجیں اتار دیں۔ اور اس پر اپنے قبضہ کا اعلان کردیا۔ اس وقت سے یہ خطہ دولت علیہ کے قبضے سے نکل گیا۔ لیکن حزب وطنی سید عبدالقادر کی قیادت میں ۱۷ سال تک فرانس سے لڑتی رہی۔

سربیا ۱۸۲۸ء میں روس نے دولت علیہ کے ساتھ پھر جنگ چھیڑی اور اس کی فوجیں بخارسٹ سے گذرتی ہوئی پھر ادرنہ تک آگئیں جس کے بعد قسطنطنیہ پر قبضہ کرلینا زیادہ مشکل نہ تھا۔ اس وجہ سے دول یورپ نے بیچ میں پڑکر مصالحت کرادی۔ سربیا کی حکومت کے لئے ۱۲ امندین کی ایک جماعت منتخب کردی گئی۔ اور بلاد جرکس مع اس پار کے قلعوں کے روس کو مل گئے۔

مصر محمد علی پاشا کی نیت یہ تھی کہ وہ مصر کا مستقل حکمراں ہوجائے۔ چنانچہ اس نے نظامی فوجیں اور جنگی جہازات بناکر بہت قوت پیدا کرلی اس کے بعد اپنے بیٹے ابراہیم پاشا کو فتح شام کے لئے روانہ کیا۔ اس نے عکا تک قبضہ کرلیا۔ سلطان محمود نے آغا حسین کی قیادت میں تیس ہزار فوج بھیجی۔ ابراہیم پاشا نے اس کو شکست دے دی اور قونیہ تک پہنچ گیا۔ وہاں رشید پاشا مقابلے کے

لئے آیا۔ مگر اس نے بھی ہزیمت اٹھائی۔ اب ابراہیم پاشا نے کوتاہیہ پر پہنچ کر قبضہ کیا۔ دولت علیہ نے روس سے امداد طلب کی جس کے عوض میں بروقت ضرورت اس کے جہازوں کو درہ دانیال سے گذرنے کا حق دیا۔ چنانچہ روسی فوجیں مدد کے لئے آئیں اور ابراہیم پاشا کو شکست دے کر پیچھے ہٹا دیا۔ آخر میں اس بات پر صلح ہوئی کہ مصر صیدا، شام اور حلب پر محمد علی والی رہے اور جزیرہ کریٹ کی ولایت ابراہیم پاشا کو دی جائے۔

وفات ۱۲۵۵ھ میں سلطان محمود نے آستانہ میں وفات پائی۔ آل عثمان میں یہ ترقی کا نہایت دلدادہ تھا۔ سب سے پہلے طربوش اور مغربی لباس اسی نے شروع کیا۔ عدل و انصاف کی وجہ سے اس کا لقب عدلی تھا۔

عبدالمجید اوّل

سلطان محمود کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا عبدالمجید ۱۲۵۵ھ میں تخت پر بیٹھا۔ سب سے پہلے اس کے سامنے مصر کا مسئلہ آیا۔ کیونکہ محمد علی پاشا باوجود مصالحت کے بھی برابر اپنی قوت بڑھا رہا تھا۔ سلطان محمود نے حافظ پاشا کی قیادت میں ایک فوج بھیجی تھی کہ اس کی جنگی تیاریوں کو روکے۔ لیکن ابراہیم پاشا نے اس کو شکست دے کر واپس کر دیا۔

سلطان عبدالمجید نے اپنے سفیرِ انگلستان رشید پاشا کے ذریعے انگلستان اور پرشیا اور روس کے ساتھ مل کر محمد علی پاشا کی ولایت مصر پر محدود کر دی۔ لیکن یہ سند لکھ دی کہ وہ خدیو کے لقب سے اس کی اولاد میں نسلاً بعد نسلٍ رہے گی۔

اصلاحات سلطان نے تمام قلمرو عثمانی میں اعلان کرا دیا کہ جملہ رعایا

کے خواہ وہ کسی مذہب اور کسی قوم کے ہوں۔ ہر قسم کے قانونی حقوق محفوظ ہیں اور پوری قوت کے ساتھ اس کی تنفیذ کی۔ اور زبردستوں اور جابروں کے ظلم وتعدی کو کمزوروں پر روک دیا۔ اس کے ساتھ بری اور بحری فوجوں کی تنظیم شروع کی۔

روس سلطنت روس نے جس کا وطیرہ ہمیشہ یہ رہا کہ دولت علیہ کو اصلاح کی مہلت نہ دینے دے۔ اور اس کے راستے میں ہر قسم کی مشکلات پیدا کرے۔ بلا اعلان جنگ رومانیہ میں فوجیں بھیج دیں اور سینوب میں عثمانی جہازوں کو غرق کر دیا۔ دولت علیہ نے فرانس اور اطالیہ کی مدد سے اس کا مقابلہ کیا اور اس کے جنگی جہازوں کو جلا دیا۔ پھر سیاسٹوپول میں اس کو شکست دی۔ جس کے بعد پیرس میں مجلس معاہدہ منعقد ہوئی۔ سپاسٹوپول روس کو اور اناطولیہ میں قلعہ قرص روس سے لے کر دولت علیہ کو دیا گیا اور باتفاق دول اربعہ درۂ دانیال جملہ اقوام کے جنگی جہازوں کے لئے بند کر دیا گیا۔

اس معاہدہ میں دولت علیہ ایک متمدن مملکت تسلیم کی گئی۔

دروز جبل لبنان میں بعض واقعات کی بنا پر دروزوں اور عیسائیوں میں فتنہ برپا ہو گیا جس کی وجہ سے فرانس نے نصاریٰ کی حمایت کے لئے وہاں فوجیں اتار دیں۔ دولت علیہ نے فواد پاشا کو بھیج کر اس

فتنہ کو فرو کیا۔ آخر میں یہ طے پایا کہ والی لبنان کے ساتھ ایک دروزی اور ایک مارونی اپنی اپنی جماعتوں کی وکالت اور نمائندگی کے لئے نامزد کئے جائیں۔

وفات

سنہ ۱۲۷۷ھ میں سلطان عبدالمجید نے چالیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ دیندار اور باحمیت تھا۔ مدینہ منورہ میں اس کی یادگاریں ہیں۔

عبدالعزیز

سلطان عبدالمجید کے انتقال پر اس کا بھائی عبدالعزیز جس کی عمر ۳۲ سال تھی تخت نشین ہوا۔ اس نے داخلی اصلاحات کی طرف بہت زیادہ توجہ کی۔ ملک کو جدید صوبوں میں تقسیم کیا۔ ایک مجلسِ شوریٰ مرتب کی۔ فوج کو باقاعدہ بنایا اور بیڑے کو اس قدر ترقی دی کہ وہ دنیا میں دوسرے درجہ کی بحری طاقت سمجھا جانے لگا۔

کریٹ اور قرہ طاغ میں اجانب کی تحریک سے بغاوتیں رونما ہوئیں لیکن صدر اعظم عالی پاشا کی تدابیر سے بہت جلد دبا دی گئیں۔

سفر یورپ

سنہ ۱۲۸۳ھ میں سلطان عبدالعزیز سیاحت کے لئے روانہ ہوا۔ پہلے مصر آیا۔ پھر پیرس کی نمائش میں جا کر شرکت کی۔ اس کے بعد لندن گیا۔ وہاں سے ویانا ہوتا ہوا آستانہ کو واپس آیا۔ بہت سے امراء اور

اور شاہزادے بھی معیت میں تھے۔

ابتری عالی پاشا صدر اعظم کے زمانے تک دولت علیہ کے بیرونی سیاسی تعلقات اور اندرونی انتظامات اچھے تھے۔ اس کی وفات کے بعد محمود ندیم پاشا صدر اعظم ہوا۔ ایک طرف دول مغرب کے قرضوں سے جو سلطان نے جدید اصلاحات کے لئے لئے تھے سلطنت زیر بار تھی۔ دوسری طرف بدنظمی سے رشوت اور غبن کی گرم بازاری ہوئی اور عہدے اور مناصب قیمتاً فروخت ہونے لگے۔ ان وجوہات سے ملک کی حالت نہایت ابتر ہو گئی۔ اور جا بجا فتنے اور ہنگامے برپا ہونے لگے۔ چنانچہ البوسنیا اور ہرزی گوئنا میں عیسائیوں نے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔

سلطان اس درمیان میں روسی سفیر اگناتیف کے ساتھ ایک معاہدہ کی فکر میں تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ روس کا اتحاد بہ نسبت دیگر دول مغربی کے دولت علیہ کے لئے زیادہ مفید ہے۔ اس لئے سفیر مذکور کی باتوں میں آ گیا اس نے بغاوت کی طرف زیادہ توجہ نہ کی۔ یہاں تک کہ وہ جبل اسود سربیا اور بلغاریہ تک پھیل گئی اور لاکھوں مسلمان بے گناہ مارے گئے۔

ادھر سلانیک میں ایک بلغاری لڑکی مسلمان ہو گئی تھی۔ جس کو جرمن سفیر نے بھگا دیا تھا۔ وہاں کے مسلمانوں نے سفیر مذکور کو قتل کر ڈالا۔ اس پر جرمنی اور فرانس کے جنگی جہاز پہنچ گئے۔ اور قاتلوں کی سزا اور ذمہ دار حکام کی معزولی کے طالب

ہوئے۔ سلطان کو ان کے مطالبات پورے کرنے پڑے۔

آستانے میں اس خبر سے ہیجان پیدا ہوگیا۔ اور عمار اور طلبا نے میدان فاتح میں مجتمع ہوکر اجنبی حکومتوں کی مداخلت کے خلاف آواز بلند کی اور محمود ندیم پاشا کی برطرفی کے طالب ہوئے۔ سلطان نے رفع فساد کی خاطر اس کو منظور کرلیا۔

معزولی سلطان عبدالعزیز باوجود سلطنت کی مالی ابتری کے بھی نہایت اسراف اور فضول خرچی سے کام لیتا تھا۔ جس سے روز بروز قرضے کی زیرباری بڑھتی جاتی تھی۔ اور اس کا مزاج جادۂ اعتدال سے اس قدر منحرف تھا کہ کوئی شخص یہاں تک کہ اس کی والدہ بھی اس سے ایک لفظ نہیں کہہ سکتی تھی اس وجہ سے اس کی اصلاح سے مایوس ہوکر صدر اعظم رشدی پاشا۔ سرعسکر حسین عونی پاشا اور شیخ الاسلام حسن خیر اللہ آفندی نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ اس کو معزول کرکے مراد کو سلطان بنائیں چنانچہ سلیمان پاشا ناظر مکتب حربیہ نے اپنے طلبا کو لے جاکر قصر کا احاطہ کرلیا۔ اس کے بعد جلوس کی توپیں سر کرنی شروع کردیں۔ اس وقت عبدالعزیز کو صورت حال کا علم ہوا۔ اب سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہ تھا۔ صدر اعظم نے اس کو قصر چراغاں بھیج دیا۔ وہاں اس نے محل کی ایک لونڈی سے قینچی لے کر اپنی رگ اکحل کاٹ لی جس سے اس قدر خون نکلا کہ مرگیا۔

مراد خامس

مراد پسر سلطان عبدالمجید کی ولادت ۲۵ رجب سنہ ۱۲۵۶ھ میں ہوئی تھی سلطان عبدالعزیز کی معزولی کے بعد ۷ر جمادی الاول سنہ ۱۲۹۳ھ کو تخت سلطنت پر آیا۔

بلقان میں جو فتنے برپا ہوئے تھے۔ ان کے استیصال کے لئے ایک فوج بھیجی گئی جس نے پہنچ کر سرکشوں کی گوشمالی کی۔ اور سربیا کے حکمران پرنس میلان کو شکست دے کر اس کے سب سے محفوظ مقام کسناج کو لے لیا۔ جس پر اس نے دول یورپ کو بیچ میں ڈال کر مصالحت کی کوشش کی۔

حسن چرکس

مراد کی تخت نشینی کے دوسرے دن سلطان عبدالعزیز کے حاجب خاص حسن بک چرکس نے اپنے آقا کے انتقام کے لئے مجلس وکلا میں آکر طپنچہ سے سرعسکر حسین پاشا اور صدر اعظم رشدی پاشا

کو مار ڈالا اور احمد پاشا وزیر کو زخمی کیا۔

دماغی خلل سلطان مراد علم دوست اور مساوات پسند تھا۔ مگر جلوس کے ایک ہی ہفتہ بعد جنون میں مبتلا ہو گیا۔ کبھی اٹھ کر خدام سے معانقہ کرتا۔ کبھی کپڑے پہنے حوض میں کود پڑتا۔ اور کبھی کھڑکی سے نکل بھاگتا۔ وزراء نے تین مہینے تک اس کی حالت کو مخفی رکھا۔ اور علاج کراتے رہے لیکن جب صحت کی صورت نہ دیکھی تو شیخ الاسلام کی منظوری سے اس کو تخت سے اتار کر عبدالحمید کو بٹھایا۔

معزولی کے بعد مراد قصر چراغاں میں رکھا گیا۔ وہاں ۱۳۲۲ھ میں اس نے وفات پائی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آخر عمر میں اسکی حالت ٹھیک ہو گئی تھی۔

عبدالحمید ثانی

سلطان مراد کے خلع کے بعد اس کے بھائی عبدالحمید پسر سلطان عبدالمجید نے ۱۲۹۳ھ میں سریر سلطنت پر جلوس فرمایا۔ ملک کی حالت اس وقت نہایت مضطرب تھی اور دول یورپ نصاریٰ کی حمایت کرنے کے بہانے سے مداخلت کر رہی تھیں انگلستان ان کا طرفدار تھا اور روس سربیا اور جبل اسود کا۔ ان معاملات کے سنبھالنے کے لئے آستانہ میں سفراء دول کی موتمر ہو رہی تھی۔

دستور

وزیر مدحت پاشا نے اس موقع پر سلطان کو راضی کر کے دستوری حکومت کا اعلان کیا تاکہ مساوات اور حریت عام عطا کرنے سے اجنبی مداخلتوں سے نجات مل سکے۔

جنگ پلونا

دول یورپ کا منشاء ان مداخلتوں سے اپنے اغراض و مقاصد کا حصول تھا۔ نہ کہ عثمانی مسیحی رعایا کی اصلاح

حال۔ چنانچہ انھوں نے آستانہ کی موتمر میں ایسی سخت شرطیں پیش کیں جن کا قبول کرنا دولتِ علیہ کے لیے ممکن نہ تھا۔ اس لئے اس نے انکار کردیا۔ روس نے لشکر کشی کی اور اسکی فوجیں دریائے ڈونہ سے گذر کر پلونا تک آگئیں۔ اور غازی عثمان پاشا کو چاروں طرف سے محصور کرلیا۔ جب سامان رسد نہ پہنچ سکا اس وقت بجائے ہتھیار ڈال دینے کے غازی موصوف اپنی فوجیں لے کر نکلے اور اس بے جگری کے ساتھ لڑتے ہوئے چلے کہ قریب تھا کہ روسی فوجوں کو چیرتے ہوئے باہر آجائیں۔ لیکن اسی حالت میں بولونیا کی ایک لاکھ تازہ دم فوجیں آگئیں۔ اور غازی موصوف کے پاؤں میں گولی لگی۔ گھوڑا بھی زخمی ہوکر گر گیا جس کی وجہ سے وہ گرفتار ہوگئے۔

روسی فوجیں ایا استفانو تک جو آستانہ سے متصل ایک مقام ہے آگئیں۔ دول یورپ نے اس وقت روس کو روک دیا۔ اور وہاں ایک معاہدہ فریقین میں لکھوایا۔ جو معاہدۂ سینٹ اسٹفانو کے نام سے مشہور ہے۔

معاہدۂ برلن عہدنامہ سینٹ اسٹفانو میں دریائے ڈونہ سے بحیرہ مرمرہ تک کا علاقہ بلغاریہ کو دیا گیا تھا۔ جس پر انگلستان اور آسٹریا کو اعتراض ہوا۔ اس لئے برلن میں پرنس بسمارک کی صدارت میں سفراء دول کی ایک موتمر منعقد ہوئی۔ جسمیں بحث و مباحثہ کے بعد اردہان۔ باطوم اور قلعہ قرص روس کے حوالے کئے گئے۔ بلغاریہ ایک جداگانہ امارت بنا کر باب عالی کے تابع

کردی گئی۔ رومانیہ، سربیا اور قراطاغ مستقل ریاستیں قرار دی گئیں اور تسالیا یونان کو دیا گیا۔

سلطان عبدالحمید نے اس معاہدے کے بعد دستوری حکومت کو توڑ دیا اور اصلاح پسندوں کو جو دستور کے حامی تھے ملک بدر کرنا شروع کر دیا۔

قبرص

انگلستان نے یہ دیکھ کر کہ روس روز بروز ایک طرف آستانہ سے اور دوسری طرف دریائے دجلہ و فرات کے منبعوں پر قبضہ کر کے بغداد اور بصرے سے قریب ہوتا جاتا ہے۔ جس سے ہندوستان کے لئے خطرہ ہے۔ باب عالی میں اپنے سفیر مسٹر لیرڈ کے توسط سے ایک دفاعی معاہدہ کی خواہش کی تاکہ روس کے مشرقی مطامع کو روک دیا جائے اور اسکے عوض میں جزیرۂ قبرص کی درخواست کی تاکہ وہاں انگریزی فوجیں رہیں جو وقت ضرورت روس کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے پہنچ سکیں۔

یہ سلسلہ گفتگو جاری تھا کہ اسی درمیان میں صفوت پاشا صدارت عظمیٰ کے منصب پر آگیا۔ اس نے ۴ جون ۱۸۷۸ء میں اس معاہدہ کی تکمیل کر دی اور انگریزوں نے جزیرہ قبرص کو غنیمت باردہ کی طرح مفت لے لیا۔

تونس

تونس کے کسی قبیلے نے الجزائر کے حدود میں جو فرانس کے قبضہ میں تھا دست درازی کی۔ اس جرم پر فرانس نے پورے تونس پہ قبضہ کر کے الجزائر کے ساتھ اس خطہ کو بھی شامل کر لیا۔

اعرابی پاشا

محمد علی خدیو مصر کے جانشینوں نے مصر میں نہر سوئز کھدوائی اور بہت سی اصلاحات کیں۔ جن کی بدولت یہ ملک ایک اہم تجارتی مرکز بن گیا۔ لیکن ان اصلاحات کے مصارف میں دول اجنبیہ کے قرضے کا بار اس قدر بڑھ گیا کہ صیغہ مال ان کی نگرانی میں چلا گیا۔ وطنی جماعت اعرابی پاشا مشہور مصری زعیم کی قیادت میں مخالفت کے لئے کھڑی ہوئی تاکہ اجنبی مداخلت سے ملک کو محفوظ رکھے۔ انگلستان اور فرانس دونوں نے اپنے اپنے بیڑے بھیج دیئے۔ اس وجہ سے شورش بڑھ گئی اور مصریوں نے اجنبیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ انگریزوں نے اسکندریہ پر قبضہ کرلیا۔ اور ایک فوج نہر سوئز کے متصل اتار دی جو تل کبیر کے نیچے عرابی پاشا کی جمعیت کو شکست دیتی ہوئی آکر قاہرہ میں داخل ہوگئی۔ اس وقت سے مصر انگریزوں کا محکوم ہوگیا۔

مہدی سوڈانی

اختلال مصر سے نہ صرف مصریوں بلکہ سوڈانیوں کے دلوں میں بھی انگریزوں کی طرف سے بغض پیدا ہوگیا۔ اور وہاں ایک شخص احمد نامی کی قیادت میں جس کو لوگ مہدی سمجھتے تھے ایک جماعت انگریزوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ جس نے انگریزی فوج کو شکست دی۔ پھر خرطوم میں پہنچ کر گارڈن پاشا اور اس کے سارے لشکر کو قتل کر ڈالا۔ انگریزوں نے دوسری فوج لارڈ کچنر کی سرکردگی میں بھیجی۔ جس نے تین سال کی متواتر جنگ کے بعد مہدی سوڈانی کی جماعت

کو شکست دی اور خرطوم پر قبضہ کر لیا۔

فشودہ فرانس کی ایک فوج بحر اطلانٹک کے اراضی سے وادی نیل کے ایک مقام فشودہ میں آکر داخل ہو گئی۔ انگریزوں نے دعوی کیا کہ وہ مقام سوڈانی حدود میں ہے۔ اس پر جھگڑا اس قدر بڑھا کہ قریب تھا کہ دونوں سلطنتوں میں جنگ ٹھن جائے۔ لیکن آخر میں فرانسیسی فوج فشودہ چھوڑ کر چلی گئی۔

رومِ ایلی شرقی شرقی رومِ ایلی کے متعلق برلن کانفرنس میں یہ طے پایا کہ وہاں کا والی عیسائی ہوا کرے گا۔ ۱۸۸۵ء میں اس کے باشندوں میں یہ تحریک پھیلی کہ یہ علاقہ بلغاریہ کے ساتھ ملحق کر دیا جائے چنانچہ انھوں نے غادریل پاشا والی کو پکڑ کر آستانہ میں بھیج دیا۔ اور پرنس باٹمبرگ کو اپنا حکمران بنا کر الحاق کا اعلان کر دیا۔

آرمینیہ منجملہ شرائط عہدنامہ برلن کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دولت علیہ آرمینیہ میں اصلاحات کرے لیکن سلطان عبدالحمید نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ ارمنوں نے دول یورپ کے پاس شکایتیں بھیجیں اور پھر بغاوتیں کیں جن میں سخت خونریزیاں ہوئیں۔ یہاں تک کہ ۱۸۹۵ء میں خود آستانہ میں انھوں نے شورش برپا کی۔ جسمیں سینکڑوں کی تعداد میں سڑکوں پر مقتول ہوئے۔ اہل یورپ نے ان کی حمایت کے لئے آواز اٹھائی۔ لیکن سلطان

عبدالحمید انکی سیاست کے مقابلے میں کچھ نہ کرسکے۔

کریٹ ۱۳۱۳ھ میں کریٹ والوں کی طلب پر دول یورپ نے اپنے جنگی جہاز اس جزیرہ پر بھیجدیئے اور باب عالی سے مطالبہ کیا کہ اس کا والی سفیر کیا جائے۔ اسی زمانے میں یانیہ پر یونان کے ولیعہد قسطنطین نے لشکرکشی کی۔ ادھم پاشا نے اس پر نمایاں فتح حاصل کی مگر دول مغربیہ نے ترکوں کو اس کے ثمرہ سے متمتع نہ ہونے دیا۔ بلکہ کریٹ سے بھی عثمانی فوجوں کو نکال دیا اور دول اربعہ روس، انگلستان، فرانس اور اطالیہ نے اس کو اپنی حمایت میں لے لیا۔ جو آج تک قائم ہے۔

اتحاد و ترقی سلطان عبدالحمید ہرچند عاقل اور سیاسیات میں کامل تھا مگر نہایت مستبد جملہ مہمات امور خود سرانجام دیتا تھا۔ اس کے عہد میں حکومت کی ساری قوت خود اس کی ذات میں جذب تھی اور باب عالی بالکل بے دست و پا ہوگیا۔ اس لئے اندرونی اداروں میں سخت ابتری پھیل گئی اور رشوت اور جاسوسی کی کثرت سے سلطنت کا سارا نظام مختل ہوگیا۔ دوسری طرف دول یورپ جن کی طاقتیں عظیم الشان تھیں۔ اس کے نگلنے کے لئے اپنے اپنے منہ کھولے تھیں۔ یہ دیکھ کر حامیانِ اصلاح اور بہی خواہان ملک نے ایک مخفی انجمن "جوان ترک" کے نام سے قائم کی جو لبعد میں اتحاد و ترقی کے نام سے مشہور ہوئی اس کی شاخیں پیرس سے سلانیک تک پھیلی ہوئی تھیں۔

اس کے ارکان نے جب ریوال میں شاہ انگلستان اڈورڈ ہفتم اور زار روس کی ملاقات کا حال سنا۔ جس میں ان دونوں نے دولت علیہ کی تقسیم کی تجویز پختہ کی تھی۔ اس وقت مناسترمیں نیازی بک اور انورنک ترکی فوج کو لے کر دستور کے مطالبہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سلطان نے اس بغاوت کے انجام کے خطرے سے جو خاص اس کی ذات کے خلاف تھی ۱۳۲۶ھ میں پھر دستور کا اعلان کیا۔

اس اعلان کے ہوتے ہی آسٹریا نے البوسنیا اور ہرزگوینا دونوں صوبوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ اور اس کے تیسرے دن بلغاریہ نے بھی اپنی خودمختاری کا اعلان کردیا دولت علیہ چونکہ اس وقت جنگ کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔ اس وجہ سے ان ممالک سے کچھ زرنقد لے کر ان کے دعاوی کو تسلیم کرلیا۔

معزولی مجلس مبعوثان قائم کرنے کے بعد عبدالحمید نے پھر اس کو توڑنے کے لئے مخفی تدبیریں شروع کیں۔ چنانچہ اس کے اشارے سے فوج کے بعض حصے ۱۳۲۸ھ میں شریعت کے نام سے دستور کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور آستانہ میں انجمن اتحاد ترقی کے چند ارکان کو قتل کر ڈالا۔ اس وقت محمود شوکت پاشا جس نے دستور کی حمایت کا حلف اٹھایا تھا۔ سلانیک سے اپنا لشکر لے کر آستانہ کی طرف آیا۔ پہلے باغیوں کو شکست دی اور ان کے سرغنوں کو پھانسی لٹکایا۔ پھر شیخ الاسلام سے سلطان کی معزولی کا فتوے لے کر مجلس مبعوثان کی تصدیق کے بعد اس کو تخت سے

اتارا اور قصر ریلڈز سے لے جا کر سلانیک کے قصر الجیش میں نظر بند کردیا۔ اس میں ۱۱ر فروری ۱۹۱۸ء کو اس نے انتقال کیا۔

محمّد خامِس

سلطان عبدالحمید کی معزولی کے بعد اس کا بھائی محمد رشاد سلطان محمد خامس کے لقب سے ۲۰ر اپریل سنہ ۱۹۰۹ء مطابق سنہ ۱۳۲۸ھ میں تخت پر بٹھلایا گیا خزانہ خالی تھا۔ ملکی نظام ابتر اور فوج بے سروسامان۔

طرابلس

ترکوں کی زبوں حالی کو دیکھ کر اطالیہ نے بلا کسی وجہ کے سنہ ۱۳۲۹ھ میں طرابلس غرب پر حملہ کردیا۔ ترکی بیڑہ اس قابل نہ تھا کہ کھلے سمندر میں اطالیہ کے جہازوں کا مقابلہ کرسکتا۔ ادھر انگریزوں نے مصر سے عثمانی فوجوں کو راستہ دینے سے بھی انکار کیا۔ اس وجہ سے وہی فوج جو طرابلس میں تھی وطنی جماعت کے ساتھ مل کر مقابلہ کرتی رہی۔ اس وقت اطالیہ کا قبضہ صرف سواحل پر تھا۔ لیکن مسلسل جنگوں اور حملوں کی وجہ سے اب رفتہ رفتہ اس نے اندرون ملک میں دخل حاصل کرنا شروع کیا ہے۔

بلقان طرابلس کی لڑائی ہو رہی تھی کہ ۳۰ راکتوبر ۱۹۱۲ء مطابق ۱۳۳۱ھ میں بلقان میں جنگ شروع ہو گئی پہلے بلغاریا اور سربیا نے ترکوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔ پھر اس کے ساتھ ہی جبل اسود اور یونان نے بھی ان کا مقصد یہ تھا کہ ترکوں کو یورپ سے بالکل خارج کر دیں۔ چنانچہ اس جنگ میں بلقانی عیسائیوں نے وہاں کی مسلم آبادی کو نکلنے، مٹانے، جلانے اور ذبح کرنے میں ایسی قساوت قلبی سے کام لیا کہ جس کے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سیلاب بلاشتالجہ تک آ کر رک گیا اور آگے نہیں بڑھ سکا۔

وفد انصاری مسلمانانِ ہند کے دلوں میں اگرچہ ترکوں کی عظمت اور محبت ایک عرصہ سے تھی۔ لیکن اس کا عملی اظہار جنگِ بلقان ہی میں ہوا۔ جب کہ نامور ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی قیادت میں ۱۳۶۲ھ میں یہاں سے وفد ہلال احمر گیا جس میں شعیب قریشی۔ عبدالرحمٰن صدیقی اور چودھری خلیق الزماں وغیرہ ۳۵ ارکان تھے۔ مولانا محمد علی نے اس کے لئے رقم فراہم کی تھی۔ آٹھ مہینہ تک زخمی اور مجروح ترک مجاہدین کی طبی خدمت بجا لا کر ستمبر ۱۹۱۳ء میں یہ وفد واپس آیا۔

جنگِ عمومی بلقان کی لڑائی کو ختم ہوئے ابھی ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ جولائی ۱۹۱۴ء مطابق ۱۳۳۳ھ میں یورپ میں جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ جس میں ایک طرف اتحادی، یعنی انگلستان، فرانس اور

اٹلی وغیرہ تھے۔ اور دوسری طرف جرمنی اور آسٹریا۔

ہر چند کہ یہ جنگ جرمنی کی عسکریت کے برخلاف تھی جو چاہتا تھا کہ عالم کی ثالثی کا علم اپنے ہاتھ میں لے لے۔ لیکن ترکوں کو بھی جو طرابلس غرب اور بلقان کی مسلسل لڑائیوں سے خستہ حال تھے اور تہیدست ہوئے تھے۔ مجبوراً اس میں شریک ہونا پڑا۔ کیونکہ اتحادیوں نے روس کو قسطنطینہ اور درۂ دانیال جو اس کی پرانی آرزو تھی دینے کا وعدہ کر کے اپنے ساتھ شامل کیا تھا۔ جس کی مدافعت لازمی تھی۔

ترکوں نے اتحادیوں کے ساتھ اس معاملے میں گفت و شنید بھی کی لیکن انھوں نے کوئی اطمینان نہیں دلایا بلکہ انگریزوں نے دو جنگی جہاز جو غریب ترکوں کے چندے سے انگلستان کے کارخانوں میں تیار ہوئے تھے ضبط کر لئے اور ان کی قیمت کی واپسی سے بھی انکار کر دیا۔ اس وجہ سے پرنس سعید حلیم صدر اعظم نے ۲ر اگست ۱۹۱۴ء کو جرمنی کے ساتھ ایک خفیہ معاہدہ کر کے جنگ میں شرکت اختیار کر لی۔

انگریزی جنگی جہازوں نے درۂ دانیال پر سخت سے سخت حملے کئے مگر نقصان اٹھا کر واپس ہوتے رہے۔ ادھر بصرہ میں فوجیں اتار کر عراق عرب میں پیش قدمی کی، ترکوں نے یہاں بھی ہزیمت دی۔ اور جنرل ٹاؤنشینڈ اور اس کی فوج کو کوط العمارہ میں محصور کر کے گرفتار کر لیا۔

عربی بغاوت

۱۹۱۶ء میں انور پاشا کی رائے سے جو اس وقت وزیر جنگ تھے۔ جمال پاشا کی قیادت میں ترکی فوج نے نہر سویز پر حملے شروع کئے۔ مکہ کے شریف حسین نے جمال پاشا سے لاکھوں روپے اور اسلحہ اس غرض سے منگائے کہ ۱۵ ہزار عربوں کا لشکر تیار کرکے مصر کی مہم کے لئے مدد دے گا مگر در پردہ اس نے انگریزوں سے ساز باز کرکے ترکی سپاہ کو جو حجاز میں تھی مار کر نکال دیا۔ اور ۱۶ر نومبر ۱۹۱۶ء کو اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

اسی زمانے میں روسی محاذ پر ترکوں نے ہزیمت اٹھائی۔ جس کے باعث عراق عرب کے وہاں فوجیں بھیجنی پڑیں۔ اس وجہ سے انگریزی سپاہ نے ایک طرف بغداد اور دوسری شام لبنان اور فلسطین سے موصل تک سارا علاقہ ترکوں سے چھین لیا۔ جس کے بعد اگست ۱۹۱۷ء میں اتحادی نمائندوں نے پیرس میں باہم سمجھوتہ کیا کہ آرمینیہ، شرقی اناطولیہ آستانہ اور درہ دانیال روس کو دیا جائے۔ حیفہ اور بغداد انگلستان کو۔ اسکندرونہ اور موصل فرانس کو، مغربی اناطولیہ اطالیہ کو اور فلسطین حلفاء کی مشترک حمایت میں رہے۔

اسی زمانے میں ۱۳۳۶ھ سلطان محمد خامس نے وفات پائی۔

عبدالوحید

سلطان محمد خامس کے بعد ۱۳۳۶ھ میں عبدالوحید کی تخت نشینی عمل میں آئی۔ جبکہ اتحادی ترکی سلطنت کو نقشے میں باہم تقسیم کر چکے تھے۔ لیکن اسی دوران میں روس جس کو ترکی کا بڑا حصہ خاص کر اس کا مرکز قسطنطنیہ ملنے والا تھا۔ اندرونی انقلابی بغاوت کی وجہ سے جنگ سے الگ اور اتحادیوں سے خارج ہو گیا۔ اتحادیوں نے کوشش کر کے امریکہ کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ جس کی شرکت جنگ کی وجہ سے فتحیاب ہو گئے۔ اور ۱۰ اگست ۱۹۱۸ء کو لڑائی ختم ہو گئی۔

اس وقت زعماء جمعیتہ اتحاد و ترقی طلعت پاشا، انور پاشا اور جمال پاشا جن کی رائے سے ترکی نے اس جنگ میں شرکت کی تھی، روپوش ہو کر برلن چلے گئے اکتوبر ۱۹۱۸ء میں عزت پاشا صدر اعظم نے جدید وزارت مرتب کر کے اپنی افتتاحی تقریر میں سیاسی مجرموں کو معافی دیدی۔ اور اس بات کا اظہار کیا کہ ہم امریکہ کے

پریسیڈنٹ ولسن کے چودہ شرائط کے مطابق اتحادیوں کے ساتھ مصالحت کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اتحادیوں نے معاہدہ سیوریے میں جو اسی مہینے میں ہوا۔ ترکی کی مجوزہ تقسیم ہی کو بحال رکھا۔

روس کے نکل جانے کے بعد قسطنطنیہ اور آبنائے کا مسئلہ حل طلب ہو گیا تھا۔ جس کی نسبت غالب خیال یہ تھا کہ دول فاتحہ کی مشترکہ ملکیت قرار دیا جائے۔ چنانچہ نومبر ۱۹۱۸ء میں اتحادی فوجیں قسطنطنیہ میں آگئیں اور انھوں نے رفتہ رفتہ حکومت کے انتظامی صیغے اپنے ہاتھ میں لینے شروع کر دیئے۔

ترکوں نے جنرل ٹاؤنشیڈ کے توسط سے جو ان کے یہاں گرفتار تھا انگریزوں کے ساتھ صلح کی سلسلہ جنبانی کی۔ اور پیرس کانفرنس میں بھی جو جون ۱۹۱۹ء میں ہوئی اپنا ایک نمائندہ بھیجا مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اور اس کانفرنس نے بھی جس میں دس سلطنتوں کے نمائندے شریک تھے ترکی سلطنت کے لئے موت ہی کا فتوے صادر کیا۔

مارچ ۱۹۲۰ء میں قسطنطنیہ کے جملہ شعبہائے حکومت اتحادیوں نے اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ ترکی مجلس مبعوثین بھی ٹوٹ گئی۔ انگریزوں نے ۶۶ زعمائے احرار کو مالٹا میں لے جا کر نظر بند کر دیا اور داماد فرید پاشا کی صدارت میں ایک نام نہاد ترکی وزارت مرتب کرا دی جو اتحادیوں کے ہاتھ میں تھی۔

یونانی حملہ | اتحادیوں اور بالخصوص انگریزوں کو اس بات کا یقین

ہوچکا تھا کہ ترک مرچکے ہیں۔ ہم جس طرح چاہیں ان کی ملکیت تقسیم کرسکتے ہیں اس لئے انھوں نے یونان کی پشت پناہی شروع کردی۔ اور وہاں کے وزیر مسٹر وینز یلوس کے دعاوی کے مطابق جنوبی البانیا۔ تھریس، قسطنطنیہ اور مغربی اناطولیہ پر یونان کے حقوق تسلیم کرلئے۔ چنانچہ ۱۵ر جون ۱۹۱۸ء کو انگریزوں کی مدد سے یونانی فوجوں نے بندرگاہ سمرنا پہنچ کر قبضہ کرلیا۔ اور اندرون ملک میں بڑھنا شروع کیا۔

وطنی تحریک

ترکوں نے جب دیکھا کہ اتحادی ان کو فنا کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان اقوام کا محکوم بنادیں جو صدیوں ان کے زیر حکومت رہی ہیں تو ان کی رگوں میں قومی حمیت کا جوش تازہ ہوگیا اور اطالیہ میں وطنی تحریک کی ابتدا ہوئی جس کا آغاز مصطفیٰ کمال پاشا نے کیا۔ اس نے کوشش شروع کی کہ قوم کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو ایک نظام میں لاکر ملک کو دشمنوں سے بچالے۔ ۲۹ر اپریل ۱۹۲۰ء کو ارضروم اور سیواس میں جمیعۃ وطنی نے اسی کو اپنا صدر بنایا۔ قسطنطنیہ میں جس قدر احراری گرفتاری سے بچ گئے تھے۔ بھاگ بھاگ کر اس جماعت میں آکر شامل ہوگئے۔

ترک اس وقت گیارہ سال کی مسلسل جنگوں سے بالکل بے مایہ تھے۔ ان کے اسلحہ و ذخائر بھی جو زیادہ تر قسطنطنیہ میں تھے اتحادیوں کے قبضہ میں جاچکے تھے اور ساری مادی قوتیں مفقود تھیں۔ مگر غیرت ملی اور حمیت قومی باقی تھی جس کے

کے اوپر وہ جان دینے کو تیار ہو گئے۔ ایک طرف انھوں نے یونانیوں کا مقابلہ شروع کیا جو باشندوں کو قتل و ذبح کرتے ہوئے بڑھتے چلے آتے تھے۔ دوسری طرف فرانسیسیوں کا جو اناطولیہ کے جنوب مشرق اور شام کے شمال میں سلیشیا پر قابض ہو گئے تھے۔ چنانچہ فرانسیسیوں کو شکست ہوئی۔ جس کی وجہ سے انھوں نے صلح کر کے سلیشیا کو خالی کر دیا۔

یونانی فوجیں انگریزوں کی امداد سے اپنے سامان اور تعداد کے لحاظ سے زبردست تھیں۔ ترکوں سے لڑتی ہوئی ایشیائے کوچک تک آگئیں جہاں فریقین ایک دوسرے کے مقابلہ میں جم گئے اور جنگی کارروائیاں رک گئیں۔

اس حزب وطنی کے نہ صرف آستانہ کے ترک حامی تھے بلکہ جملہ عالم اسلامی کی نگاہیں بھی انھیں کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ مگر خلیفہ عبدالوحید اور اس کا وزیر داماد فرید پاشا جنھوں نے انگریزوں سے ترکی سلطنت پر ان کے انتداب قبول کر لینے کا عہد کیا تھا۔ اس کے مخالف تھے۔ چنانچہ انھوں نے ۱۱ رجون سنہ ۱۹۲۰ء کو شیخ الاسلام دری زادہ عبداللہ آفندی سے فتوے لے کر ان حامیانِ وطن و ملت کو باغی قرار دیا۔ پھر انگریزوں سے قرضے کر مصطفےٰ پاشا کرد کی ماتحتی میں ان کے استیصال کے لئے ایک فوج بھیجی۔ اسکے بعد مصطفےٰ کمال پاشا، فواد پاشا، ڈاکٹر عدنان بک اور رؤف پاشا وغیرہ پر جو

اس تحریک وطنی کے علمبردار تھے۔ غائبانہ موت کا حکم صادر کیا۔ اور ان کے اموال اور ہر قسم کے فوجی امتیازات اور شہری حقوق ضبط کر لئے۔ اس وجہ سے مصطفیٰ کمال پاشا نے اعلان کر دیا کہ میں آستانہ کی ترکی حکومت کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ وہ اجنبی افسروں کے زیر اثر ہے۔

معاہدۂ ماسکو روس میں انقلاب کے بعد سے بالشویک حکومت قائم ہو گئی تھی جو مشرق میں انگریزوں کے خلاف اپنا نفوذ بڑھانا چاہتی تھی۔ ترکوں کو اگرچہ بالشویت سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن ہر طرف سے مایوس ہو جانے کی وجہ سے انھوں نے روس کے ساتھ دوستی کرنی چاہی اور ڈاکٹر بکر سامی بک کو ماسکو بھیجا۔ جمال پاشا بھی برلن سے وہاں پہنچ گئے۔ جن کی کوشش سے ترکوں اور بالشویک حکومت میں ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو معاہدۂ اتحاد لکھا گیا۔

ترکتاز مصطفیٰ کمال پاشا نے نہایت تندہی کے ساتھ اپنی جاں نثار قوم سے دو لاکھ فوج مرتب کر کے یونانیوں پر جو ملک کے بڑے حصے پر قبضہ کئے بیٹھے تھے۔ ۲۹ اگست ۱۹۲۲ء کو حملہ شروع کیا۔ اور اسکی شہر۔ بروصہ اور ازمیر سے ان کو نکالتے ہوئے ۹ ستمبر کو سمرنا پر قبضہ کر لیا۔

یہ حملہ اس پختگی عزم۔ قوت اور مہارت کے ساتھ کیا گیا تھا کہ یونانی فوجیں جن کی تعداد تین لاکھ سے زائد تھی۔ بیشتر قتل ہو گئیں یا گرفتار۔ بہت کم

بھاگ کر جان بچا سکیں۔ مال غنیمت اس قدر ملا جس کا شمار مشکل تھا۔ تمام عالم اسلامی میں اس عظیم الشان فتح پر جشن منائے گئے۔

اتحادیوں نے بھی جو قسطنطنیہ پر قابض تھے اس زبردست قوت کو دیکھ کر ترکی امراء فوج کے ساتھ مدانیہ میں گفتگو کی۔ اور قسطنطنیہ کو خالی کر دینے کا وعدہ کیا۔

لوزان کانفرنس

اس فتح سے ترکی اقتدار پھر قائم ہو گیا۔ اور اتحادی جنھوں نے سیورے اور پیرس کی مجلسوں میں ترکی سلطنت پر موت کا فتوےٰ صادر کر دیا تھا مجبور ہوئے کہ وطنی جماعت کے ساتھ مساویانہ مصالحت کریں۔ چنانچہ سوئٹزرلینڈ کے مقام لوزان میں ۲۰ر نومبر ۱۹۲۲ء کو کانفرنس شروع ہوئی۔ جس میں ترکی نمائندہ عصمت پاشا تھا اور ۲۴ر جون ۱۹۲۳ء کو ختم ہوئی۔ قسطنطنیہ، تھریس، اناطولیہ اور ایشیائے کوچک کا کل علاقہ ترکوں کا تسلیم کر لیا گیا۔ اور وہ جملہ مراعات جو دول یورپ کو ترکی میں حاصل تھیں جن کے بوجھ سے ترک سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ یک قلم منسوخ کی گئیں۔ اور ترک ایسے آزاد ہو گئے جیسے اپنے عروج کے زمانے میں تھے۔

۲ر اکتوبر ۱۹۲۳ء کو اتحادیوں نے قسطنطنیہ کو بھی خالی کر دیا۔ سلطان عبدالوحید جو اپنی خیانت کاری کی وجہ سے خوف زدہ تھا۔ انگریزی جہاز

پر سوار ہو کر مالٹہ چلا گیا۔

جمہوریت ۱۳ر اکتوبر ۱۹۲۳ء کو جمعیتہ وطنی نے ترکی سلطنت کو جو دستوری تھی جمہوری کر کے مصطفےٰ کمال پاشا کو صدر منتخب کیا۔ اور انگورہ بجائے قسطنطنیہ کے دار السلطنت قرار دیا۔

عبدالمجید ثانی

عبدالوحید کے چلے جانے سے منصب خلافت خالی تھا۔ اس وقت بلاغور کئے ہوئے عبدالمجید ثانی کو جو ولی عہد تھا ترکوں نے خلیفہ بنالیا۔ لیکن جب اس مسئلہ پر قانونی حیثیت سے نظر ڈالی گئی اور معلوم ہوا کہ اصولاً دو متصادم اختیارات ایک ملک میں نہیں رہ سکتے۔ تو دوسرے سال اس کو معزول کردیا۔ جس کے بعد عبدالمجید فرانس میں جاکر شہر نیس میں قیام پذیر ہوگیا نظام حیدرآباد نے ازراہِ ہمدردی اسلامی اس آخری معزول خلیفہ کے گذارے کے واسطے ایک گرانقدر رقم سالانہ مقرر کردی ہے۔

ترکی جمہوریہ نے خلیفہ کے ساتھ خلافت کا منصب بھی توڑ دیا اور امت کی اس مرکزیت کو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام نے قائم کیا تھا۔ اور جس کو چار سو سال سے خود ترک

سنبھالے ہوئے تھے فنا کر دیا۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا

صدر اوّل جمہوریہ ترکیہ

مصطفےٰ کمال کی ولادت سنہ ۱۲۹۸ھ مطابق سنہ ۱۸۸۰ء میں سلانیک میں ہوئی۔ اس کا باپ یونان کے شہر لاریسل کے ایک خاندان سے تھا جو تجارت کا پیشہ کرتا تھا۔

مصطفےٰ کمال نے ابتدائی تعلیم اپنے محلے کے مدرسے میں حاصل کی۔ اسی زمانے میں اس کا باپ انتقال کر گیا۔ جس کے بعد یہ اپنے ماموں کے پاس پاکستان تھا جاکر رہنے لگا اور کھیتی کے کاموں میں اس کی مدد کرنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد اپنے فطری شوق سے مدرسہ رشیدیہ عسکری میں نام لکھوایا اور وہاں سے کامیابی حاصل کرنے کے بعد سنہ ۱۹۰۱ء میں آستانہ میں آکر مدرسہ حربیہ میں داخل ہوگیا۔ اس کے نصاب سے فراغت کے بعد مدرسہ ارکان حرب میں بھیج

دیا گیا۔ جس میں ۱۹۰۴ء میں یوزباشی کی سند حاصل کی۔

چونکہ آزاد مزاج تھا اور سلطان عبدالحمید کے استبداد کی شدت سے مخالفت کرتا تھا۔ اس وجہ سے ایک بار چند مہینے قید میں بھی رہنا پڑا۔ رہائی کے بعد دمشق کی فوج میں یوزباشی کے عہدہ پر متعین کیا گیا۔ ۱۳۲۸ھ میں جب محمود شوکت پاشا نے عبدالحمید کو تخت سے اتارا، اس وقت یہ بھی اپنی فوج لے کر دستور کی حمایت کے لئے ادرنہ سے آستانہ میں آیا تھا۔

۱۳۳۰ھ میں جنگ طرابلس میں بھیس بدل کر مصر کی راہ سے بن غازی پہنچا۔ اور وہاں اطالیہ کے مقابلے کے لئے عربوں کی فوج مرتب کی اور ایک مدت تک جہاد کرتا رہا۔

جنگ عمومی میں درہ دانیال کی مدافعت اس کے سپرد کی گئی جو سب سے اہم جنگی نقطہ تھا۔ اس نے اتحادی بیڑوں کے حملوں کا نہایت خوبی سے مقابلہ کیا۔ اور ہمیشہ ان کو نقصان کے ساتھ واپس کرتا رہا۔ جس کے صلہ میں امیرلوا، کے رتبے اور پاشا کے لقب سے ممتاز کیا گیا۔

نومبر ۱۹۱۸ء میں جب اتحادی نمائندوں نے قسطنطنیہ میں آ کر حکومت کے صیغوں پر قبضہ کرنا شروع کیا اس وقت اپنی قومی سلطنت کو فنا ہوتے دیکھ کر مصطفیٰ کمال پاشا کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ اس لئے فوراً اناطولیہ میں پہنچ کر اس نے ترکوں کی قومی عصبیت کو ابھارا اور جون ۱۹۱۹ء میں ایک مؤتمر منعقد

کی جس میں ارض روم اور اناطولیہ کے اسّی نمائندے شریک ہوئے۔ اور حزب وطنی قائم کی گئی۔ اس کی مدد سے مصطفٰے کمال پاشا نے فوجیں تیار کر کے ستمبر سنہ ۱۹۲۲ء میں یونانیوں کو جو اتحادیوں کی امداد سے ترکی کے بڑے حصے پر قابض ہو چکے تھے ایسی زبردست شکست دی جو تاریخ میں قیامت تک یاد رہیگی۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد جس سے ترکوں کا گیا ہوا ملک اور مٹا ہوا وقار پھر واپس مل گیا۔ اس نے حکومت کو دستوری کے بجائے جمہوری کر دیا۔ تاکہ قوم کے لئے ہر قسم کی ترقیوں کے راستے کھل جائیں۔

آج قیام جمہوریت کو چھ سال ہو چکے ہیں۔ جس میں ترک برابر علمی، اقتصادی اور مادی خاص کر فوجی ترقی کر رہے ہیں۔ اور کچھ بعید نہیں کہ یہ دور جس میں شخصی استبداد اور دول یورپ کی مراعات سے وہ کلیتہً آزاد ہو گئے ہیں۔ ایک جدید عروج کا آغاز ثابت ہو۔

تاریخ عثمانیہ پر ایک نظر

آل عثمان کی حکومت غازی عثمان کے عہد سے جس نے سلطان علاء الدین آخری تاجدار سلاجقۂ روم کے تاتاریوں کے ہاتھ سے مارے جانے کے بعد ۷۰۰ھ میں بالاستقلال سلطنت حاصل کی تھی۔ اس خاندان کے آخری فرمانروا عبدالمجید ثانی کے عہد تک جو ۱۳۴۲ھ میں معزول کیا گیا چھ سو سینتالیس سال رہی۔ یہ ایسی طویل مدت ہے جو کسی اسلامی حکمراں خاندان کو نصیب نہیں ہوئی۔ اس میں ۳۷ فرمانروا ہوئے۔ جن میں سے پہلے تو بایزید ثانی تک سلطان تھے اور بقیہ سلیم اول سے لے کر عبدالمجید ثانی تک سلطنت کے ساتھ خلافت کے منصب سے بھی ممتاز تھے۔

آل عثمان کا یہ کل زمانہ دو دور میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ دور ترقی اور دور زوال۔ غازی عثمان کے استقلال یعنی ۷۰۰ھ سے لے کر سلیمان اعظم کی

وفات یعنی ۹۷۴ھ تک دورِ ترقی رہا جس میں یہ سلطنت قوت، شوکت اور مقبوضات کی وسعت کے لحاظ سے برابر بڑھتی رہی۔ اسکے بعد سے آج تک دورِ زوال ہے۔ جس میں سلسلہ وار اس کے حصے نکلتے جاتے ہیں۔

عین عروج کے زمانے میں بایزید اول رح کے عہد تک جبکہ وہ فتوحات کر رہا تھا ۸۰۳ھ میں تیمور لنگ کے ناگہانی حملہ سے اس سلطنت کو ایک کاری زخم لگا تھا مگر چونکہ اس وقت اقبال کا دور تھا۔ اور ترکوں کے فاتحانہ جذبات جوش پر تھے۔ اس لئے بہت جلد مندمل ہو گیا۔

سلطنت جس وقت آل عثمان نے اپنی سلطنت قائم کی۔ اس وقت تاتاریوں کے حملے سے بغداد کی عباسی خلافت کا چراغ گل ہو چکا تھا اور جملہ اسلامی مشرقی ریاستیں ان کی تاخت و تاراج سے نیم جاں ہو گئی تھیں خود ایشیائے کوچک میں سلجوقی سلطنت کو بھی انھوں نے فنا کر ڈالا تھا۔ جس کے کھنڈر پر طوائف الملوکی کی حالت میں چند چھوٹی چھوٹی امارتیں رہ گئی تھیں جو باہمی جنگ و جدال میں ننل کے ساحل سے آ لگی تھیں۔ آل عثمان نے اپنی شجاعت اور فرزانگی سے انھیں متفرق ریاستوں سے ایک زبردست سلطنت تعمیر کی جس سے اسلام کا گیا ہوا اجلال پھر جلوہ گر ہوا۔ انھوں نے عالی حوصلگی سے مقبوضات کا دائرہ یہاں تک وسیع کیا کہ یورپ میں داخل ہو گئے اور رفتہ رفتہ بلقان کے اکثر حصے پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمد ثانی نے

تاریخ عثمانیہ پر ایک نظر

آل عثمان کی حکومت غازی عثمان کے عہد سے جس نے سلطان علاء الدین آخری تاجدار سلاجقۂ روم کے تاتاریوں کے ہاتھ سے مارے جانے کے بعد سنہ ۷۰۰ھ میں باستقلال سلطنت حاصل کی تھی۔ اس خاندان کے آخری فرمانروا عبدالمجید ثانی کے عہد تک جو سنہ ۱۳۴۲ھ میں معزول کیا گیا چھ سو سینتالیس سال رہی۔ یہ ایسی طویل مدت ہے جو کسی اسلامی حکمراں خاندان کو نصیب نہیں ہوئی۔ اس میں ۳۷ فرمانروا ہوئے۔ جن میں سے پہلے تو بایزید ثانی تک سلطان تھے اور بقیہ سلیم اول سے لے کر عبدالمجید ثانی تک سلطنت کے ساتھ خلافت کے منصب سے بھی ممتاز تھے۔

آل عثمان کا یہ کل زمانہ دو دور میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ دور ترقی اور دور زوال۔ غازی عثمان کے استقلال یعنی سنہ ۷۰۰ھ سے لے کر سلیمان اعظم کی

وفات یعنی ۹۷۴ھ تک دورِ ترقی رہا جس میں یہ سلطنت قوت، شوکت اور مقبوضات کی وسعت کے لحاظ سے برابر بڑھتی رہی۔ اسکے بعد سے آج تک دورِ زوال ہے۔ جس میں سلسلہ وار اس کے حصے نکلتے جاتے ہیں۔

عین عروج کے زمانے میں بایزید ایلدرم کے عہد تک جبکہ وہ فتوحات کر رہا تھا ۸۰۳ھ میں تیمور لنگ کے ناگہانی حملہ سے اس سلطنت کو ایک کاری زخم لگا تھا مگر چونکہ اس وقت اقبال کا دور تھا۔ اور ترکوں کے فاتحانہ جذبات جوش پر تھے۔ اس لئے بہت جلد مندمل ہو گیا۔

سلطنت

جس وقت آل عثمان نے اپنی سلطنت قائم کی۔ اس وقت تاتاریوں کے حملے سے بغداد کی عباسی خلافت کا چراغ گل ہو چکا تھا اور جملہ اسلامی مشرقی ریاستیں ان کی تاخت وتاراج سے نیم جاں ہو گئی تھیں خود ایشیائے کوچک میں سلجوقی سلطنت کو بھی انھوں نے فنا کر ڈالا تھا۔ جس کے کھنڈر پر طوائف الملوکی کی حالت میں چند چھوٹی چھوٹی امارتیں رہ گئی تھیں جو باہمی جنگ و جدال میں فنا کے ساحل سے آلگی تھیں۔ آل عثمان نے اپنی شجاعت اور فرزانگی سے انھیں متفرق ریاستوں سے ایک زبردست سلطنت تعمیر کی جس سے اسلام کا گیا ہوا جلال پھر جلوہ گر ہوا۔ انھوں نے عالی حوصلگی سے مقبوضات کا دائرہ یہاں تک وسیع کیا کہ یورپ میں داخل ہو گئے اور رفتہ رفتہ بلقان کے اکثر حصے پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمد ثانی نے

قسطنطنیہ کو بھی فتح کیا جو اسلام کی ایک پرانی آرزو تھی۔ اور سلطان سلیم نے شام اور مصر کو جس سے حرمین شریفین بلکہ سارا عرب عثمانی قلمرو میں آگیا۔ اس کے بعد سلیمان اعظم وسط یورپ میں ویانا کی فصیل تک پہنچ گیا۔ دوسری طرف افریقہ میں الجزائر بلکہ مراقش بھی ہلالی پرچم کے نیچے آگیا۔ اور عثمانی سلطنت نہ صرف اپنی بری اور بحری قوت بلکہ وسعت کے لحاظ سے بھی اپنے زمانے کی سب سے بڑی سلطنت ہو گئی جس کے حدود بودالپسٹ سے دریائے نیل تک اور فرات سے جبل الطارق تک پھیلے ہوئے تھے۔ شاہانِ یورپ اس زمانے میں بجلنے سلطان کے اسکے صدر اعظم کو مخاطب کرتے تھے۔ اور اپنی مشکلات میں امداد کے طالب ہوتے تھے۔ سنہ ۱۵۸۳ء مطابق سنہ ۹۹۰ھ میں جب ہسپانیہ کا گریٹ آرمیڈا انگلستان پر حملہ کی تیاری کر رہا تھا ملکہ ایلزبیتھ نے مسٹر ہیر بون کو سفارت پر قسطنطنیہ بھیجا۔ اور مراد ثالث کے وزیر محمد پاشا صقلی سے ان "کیتھولک کفار" کے مقابلے میں مدد چاہی۔ مگر اس وقت جنگ ایران کی مصروفیت کے باعث امداد نہ دی جا سکی۔ سلیمان اعظم کے عہد میں شاہ فرانس فرانسیس اول نے شارلکان شہنشاہ جرمنی و آسٹریلیا کے مقابلے میں دوبارہ امداد کی درخواست کی اور دونوں مرتبہ بری اور بحری فوجوں سے اسکی مدد کی گئی

خلافت سنہ ۹۲۴ھ میں اسلامی خلافت عباسیوں سے آل عثمان کو ملی ترک چونکہ حنفی المذہب تھے۔ اس وجہ سے حنفیہ نے بالعموم

ان کی خلافت کو تسلیم کیا اور جا بجا ملکوں میں ان کے ناموں کے خطبے پڑھے جانے لگے۔ لیکن مالکیہ بوجہ عدم قرشیت کے ایک مدت تک ان کی خلافت کے قائل نہ ہوئے۔

آل عثمان کو خلافت چونکہ فتح مصر سے ملی تھی۔ اس لئے بالطبع وہ اپنے اس رتبہ سلطنت کو جس کی بدولت انھوں نے مصر کی سلطنت اور خلافت دونوں کو حاصل کیا تھا۔ ہمیشہ اہم سمجھتے رہے۔ لیکن خلافت کی مذہبی وقعت اُن کی نگاہ میں تھی۔ چنانچہ سلطان محمود نے سنہ ۱۲۴۱ھ میں انکشاریہ کی بغاوت کے موقعہ پر عَلَم نبوی نکال کر اس کی روحانی قوت سے بھی کام لیا۔ مگر انھوں نے شروع سے آخر تک بجز حرمین شریفین کے خادم اور جزیرہ عرب کے محافظ ہونے کے جو ان کی سلطنت کا ایک جزو تھا۔ فرائض خلافت کا خیال نہ رکھا نہ عالم اسلامی کی کوئی دینی یا دنیائی رہبری کی۔ نہ ان کی وحدت کا کوئی ذریعہ تلاش کیا گیا۔ یہاں تک کہ حج جس میں اقصائے عالم کے مسلمان آکر شریک ہوتے ہیں اس میں بھی وہ کبھی نہیں آئے۔ آخری زمانے میں سید جمال الدین افغانی کے اثر سے عبدالحمید ثانی نے اتحاد ملت کی طرف توجہ کی تھی۔ اور حجاز ریلوے کو امت کی مشترکہ ملکیت قرار دے کر عالم اسلامی میں ترکی خلیفہ اور خلافت کا احساس پھیلایا تھا کہ اس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد انقلابات رونما ہوئے اور سنہ ۱۳۴۲ھ میں جمہوریہ ترکیہ نے خلافت ہی کا الغاء کر دیا۔ جس سے یہ منصب محو

اپنے عظیم الشان فوائد کے نہ صرف ترکوں بلکہ جملہ مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

ولیعہدی آل عثمان میں اگرچہ شروع سے یہ دستور تھا کہ خاندان کا بڑا شخص سلطنت کا متولی ہو۔ لیکن پھر بھی اکثر تخت نشینی کے وقت دوسرے بھائیوں کی طرف سے نزاعیں برپا ہوتی رہیں۔ اس وجہ سے جب ایک بھائی تخت نشین ہوتا تو اپنے دوسرے بھائیوں کو قتل کرا دیتا۔ چنانچہ بایزید اول نے اپنے بھائی یعقوب کو علماء سے فتوے لے کر اور سلیم اول نے اپنے دوسرے دونوں بھائیوں احمد اور کرکود کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔ مراد ثالث نے اپنے پانچوں بھائیوں کو قتل کیا اور اسکے بیٹے محمد ثالث نے ۱۹ بھائیوں کو، جو سب کے سب مراد کے ساتھ ہی دفن کئے گئے۔

آخر میں یہ صورت اختیار کی گئی کہ محروم شہزادے محلات کے اندر نظر بند رکھے جانے لگے۔ تاکہ کوئی خطرہ بھی نہ رہے اور خون ناحق بھی نہ بہے۔

نظام مملکت تمام سلطنت میں سلطان فرمانروائے مطلق تھا۔ جس کی اطاعت لازمی تھی۔ اور بشرط رعایت نصوص قرآن اس کو رعایا کے جان و مال اور ملک کے سیاہ و سفید پر کلّی اختیارات حاصل تھے

حکومت کے سب سے بڑے دو عہدہ دار تھے ایک صدر اعظم جو امور ملکی و فوجی کا کفیل ہوتا تھا۔ دوسرا شیخ الاسلام جو شرع شریف کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا صدر اعظم کے ماتحت جملہ وزراء اور ملکی دفاتر تھے۔ اور شیخ الاسلام کی نگرانی میں

جملہ قضاۃ اور محکمہ جات شرعیہ، علاوہ مذہبی امور کے مہمات سلطنت مثلاً اعلان جنگ۔ معاہدہ صلح۔ عزل و نصب سلاطین وغیرہ میں بھی شیخ الاسلام کو دخل تھا۔

فرقِ علماء یعنی رجال شرع میں سے دو شخص خاص امتیاز رکھتے تھے۔ ایک قاضی عسکر روم ایلی، دوسرا قاضی عسکر اناطولیہ۔ یہ دونوں جنگ و سفر میں سلطان کے ہمراہ رہتے تھے۔ تاکہ فوج میں کوئی اختلاف ہو تو رفع کریں۔ انھیں میں سے کوئی شیخ الاسلامی کے منصب پر آیا کرتا تھا۔

سلطان اگرچہ شیخ الاسلام کو برطرف کر سکتا تھا۔ لیکن حرمت شرع کی وجہ سے اس کو سزا دینے کا مجاز نہ تھا۔ نہ اس کے فتوے کی مخالفت کا اختیار رکھتا تھا۔ چنانچہ سلیم اول نے جو اپنے عقیدہ اور عزم دونوں میں بہت سخت تھا، عثمانی قلمرو میں شیعوں کے استیصال کے بعد یہ ارادہ کیا کہ مشرکوں۔ کافروں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی قتل کر کے ان کے معبدوں اور کنیسوں کو مسجد بنا لے تاکہ ملک میں صرف ایک ہی مذہب رہ جائے۔ مشورۃً ایک دن شیخ جمالی مفتی اعظم سے پوچھا کہ دنیا کو فتح کرنا بہتر ہے یا قوموں کو مسلمان بنانا؟ شیخ مذکور نے جواب دیا کہ مسلمان بنانے میں زیادہ ثواب ہے۔ سلیم نے اسکے بعد صدر اعظم کو حکم بھیج دیا کہ سلطنت کے ہر گوشے میں اعلان کرا دیا جائے کہ جو اسلام نہ لائے گا قتل کر دیا جائے گا۔

اس سخت اعلان سے صدر اعظم کو تردد ہوا۔ اس لئے شیخ جمالی سے کہا

کہ سلطان نے اس میں تمہارے قول سے سند لی ہے۔ شیخ مذکور آستانہ کے بطریک کو لے کر سلطان کے پاس جو اس وقت ادرنہ میں تھا پہنچے۔ اور وہ عہد نامے پیش کرائے جو قسطنطنیہ کی فتح کے بعد سلطان محمد نے نصاریٰ کے ساتھ کئے تھے۔ پھر قرآن کا حکم سنایا کہ اہل کتاب سے جزیہ لے کر مذہب میں آزاد چھوڑ دینا چاہیئے سلیم کو مجبور ہو کر اپنا حکم واپس لینا پڑا۔

داخلی نظم و نسق کے دفتر کو دیوان دولت کہتے تھے۔ اس میں پہلے تین وزیر ہوتے تھے۔ لیکن احمد ثالث نے ان میں منافست دیکھ کر جس کی وجہ سے اکثر کاموں میں ابتری واقع ہو جاتی تھی ان کی تعداد آٹھ کر دی۔ اور ان کا رئیس صدر اعظم کو بنا دیا۔ انہیں کی مشاورت سے مہمات سلطنت طے پاتے تھے۔ اور ماتحت دفاتر نیز سلطنت کے صوبوں اور ولایتوں کے حکام و عمال کی نگرانی بھی انہیں کے ذمہ تھی۔

بحری فوجیں قپودان دریا کے ماتحت ہوتی تھیں۔ اور بری صدر اعظم کے۔ ان افواج کی تربیت اور تنظیم میں ترک اپنے دور ترقی میں دیگر اقوام عالم سے فائق تھے۔

یہ ارکان دفاتر۔ حکام ولایات۔ جاگیرداران و امرار فوج بلکہ بالعموم متوسلین سلطنت دولت کی فراوانی سے رئیسانہ بلکہ شاہانہ عیش و آرام کے ساتھ زندگیاں گذارتے تھے۔ چونکہ غلامی کا بھی رواج تھا۔ اس وجہ سے ان کے گھروں میں

غلاموں اور کنیزوں کی بھی اچھی خاصی تعداد تھی۔

ترک اصلی اوغوز ترک جو ارطغرل اور دو ندار کے ساتھ ارض روم میں آئے تھے۔ ان کی تعداد دو ہزار نفوس سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ دیگر قبائل جو سلجوقی عہد میں وسطِ ایشیا سے گئے تھے۔ ان کے ساتھ شامل ہوتے گئے۔ اور پھر ان کی سلطنت کے عروج کے ساتھ ساتھ دیگر مفتوحہ قومیں رومی و صقلابی وغیرہ کثیر تعداد میں اسلام لاتی گئیں۔ جو سب کے سب ترک بولے جانے لگے اور یہ لفظ مسلمانان سلطنت ترکی کے مرادف ہو گیا جن میں مختلف قومیں شامل تھیں۔

اسلام ترکوں نے اسلام اور اس کے شعائر کا ہمیشہ احترام رکھا۔ یہ ان کے بے ریا اور مخلصانہ اسلام کا اثر ہوا کہ مفتوحہ قومیں جن کو پوری مذہبی آزادی تھی اپنے دلی شوق سے اسلام قبول کرنے لگیں۔ سربیا۔ بلغاریا۔ رومانیہ اور یونان، خاص کر البانیا میں بلا جبر و اکراہ بے شمار عیسائی اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔ انکشاری فوج جس میں وہ نصرانی نوجوان لئے جاتے تھے جو مسلمان ہو جاتے تھے ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی۔ اور بلقان کے عیسائی روسا اپنے اپنے بیٹوں کو خوشی سے لاکر خود اس میں بھرتی کراتے تھے۔

ترک بالعموم مجاہد اور سرفروش ہونے کے ساتھ ساتھ دینی عقائد کے پکے اور عبادات کے پابند تھے۔ اور اپنی خانگی زندگی۔ روزمرہ کے معاملات اور

اخلاق میں خالص مسلمان ہیں بخلاف دیگر اقوام کے باہمی محبت اور اخوت بھی زیادہ تھی۔

ترک سلطان اور رعایا ہمیشہ سے ایک مذہب حنفی کے پابند ہے۔ اس وجہ سے ان میں اختلافی جھگڑے بہت کم پیدا ہوئے۔ ان کو بھی شیخ الاسلام طے کرادیتا تھا۔ لیکن ان کو تصوف کے ساتھ بھی عقیدت تھی۔ اور پیری و مریدی کا سلسلہ بھی رائج تھا جس کے باعث فتنوں کا ظہور ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ جمہوریہ ترکیہ نے تمام زوایا اور تکیے بند کر دیئے۔

سلاطین آل عثمان میں سے سلیم اول مذہب حنفی کا سب سے بڑا علمبردار تھا جس کی خواہش یہ تھی کہ اسکے قلمرو میں بجز اسکے کوئی دوسرا مذہب نہ رہنے پائے۔

رواداری ترکوں کے اوصاف میں جہاں شجاعت سب سے نمایاں وصف ہے جس کو ان کے دوست دشمن سب تسلیم کرتے ہیں۔ وہاں ان کی رواداری کی صفت بھی اقوام عالم میں بے نظیر ہے۔ انھوں نے ہمیشہ غیر جنس اور کمزوروں کے ساتھ عدل و رحم کا برتاؤ کیا۔ اور کبھی ان کے مذہب میں دست اندازی نہیں کی۔ یورپ کی عیسائی سلطنتوں میں یہودی مقہور و مظلوم رہتے تھے لیکن ترکوں کے سائے میں ان کو امن اور آرام نصیب ہوتا تھا۔ سلطان محمد نے قسطنطنیہ کے بطریرک کے عہدے اور عیسائیوں کے حقوق کو محفوظ کردیا جس کی وجہ سے رومی جو وہاں سے بھاگ گئے تھے۔ پھر واپس آکر آسائش

سے رہنے لگے۔

مراد ثانی کے مقابلے میں جب صلیبی لشکر ہونیاد کی قیادت میں جو کیتھولک تھا میدان توصوہ میں صف آرا تھا۔ اس وقت اسکے ساتھی شاہ سربیلنے اس سے پوچھا کہ اگر تم کو فتح حاصل ہو گئی تو کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ سب کو کیتھولک بنا کر چھوڑوں گا۔ لیکن جب یہی سوال سربیانے مراد کے پاس بھیجا تو اس نے جواب میں لکھا کہ میں اگر کامیاب ہوا تو ہر مسجد کے پہلو میں ایک کنیسہ بنوادوں گا تاکہ جس کا جی چاہے مسجد میں آئے جس کا جی چاہے کنیسہ میں جائے اس پر شاہ موصوف نے جو یونانی چرچ کا تابع تھا۔ متعصب کیتھولک ہونیاد کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جس کی وجہ سے صلیبیوں کو شکست اٹھانی پڑی۔

ایک بار عثمانی مفتی سے کسی نے سوال کیا کہ دس مسلمان ایک یہودی یا عیسائی ذمی کے قتل میں شریک ہوں تو کیا وہ سب کے سب قصاص میں مارے جائیں گے۔ مفتی نے جواب دیا کہ بیشک دس نہیں ایک ہزار بھی۔

ان رواداریوں کی وجہ سے باوجود بیرونی سلطنتوں کی ریشہ دوانیوں کے بھی غیر مسلم خاص کر ان عیسائیوں کے دلوں میں جن کو ترکوں سے واسطہ پڑا تھا۔ ترکوں کی عظمت اور وقعت تھی۔ چنانچہ عبدالحمید ثانی کے آغاز جلوس ۱۸۷۶ء میں جب روسیوں نے دولت علیہ کے خلاف جنگ شروع کی، اس وقت ہنگری کے عیسائیوں نے جو ایک مدت سے عثمانی سلطنت سے مطلقاً آزاد تھے اپنے

اخلاص کا اس طرح اظہار کیا کہ ایک فنڈ بھیج کر مرصع تلوار عبدالکریم پاشا کی خدمت میں پیش کی جو روس کے مقابلے کے لیئے مامور ہوا تھا۔

ترکی ادب

عثمانی ترکی چغتائی ترکی کی ایک شاخ ہے۔ سلطنت عثمانی کے قیام سے پیشتر اس میں کوئی تصنیف و تالیف نہ تھی۔ چونکہ ترک سلجوقی سلطنت کے وارث ہوئے جن کا علم ادب فارسی تھا۔ اس لیئے ترکی ادب کی بھی بنیاد فارسی ادب ہی پر پڑی۔ اور مذہبی علوم براہ راست عربی سے اخذ کیئے گئے۔ اس وجہ سے عثمانی ترکی میں فارسی اور فارسی سے زیادہ عربی کے الفاظ کی کثرت ہو گئی۔

نویں صدی ہجری کے وسط میں جب سلطان حسین والی ہرات کے وزیر امیر علی شیر نوائی کا ترکی دیوان قسطنطنیہ میں پہنچا۔ اس وقت سلطان محمد فاتح کے وزیر احمد پاشا نے جو ادبی ذوق رکھتا تھا ترکی میں شعر گوئی شروع کی جس کی وجہ سے نہ صرف عوام بلکہ خود سلطان کو بھی اس سے دلچسپی ہو گئی۔ اس کے لیے رفتہ رفتہ ترکوں میں شعر کا رواج بڑھتا گیا۔ اور بڑے بڑے شعراء مثلاً ابن کمال، فضولی، نابی۔ ندیم اور غالب وغیرہ پیدا ہوئے۔ جنھوں نے غزل، قصیدہ اور مثنوی میں نام پایا۔ خود بعض سلاطین آل عثمان بھی شعر کہتے تھے جس میں سلیم اوّل اور مراد ثالث خاص طور پر مشہور ہوئے۔

لیکن ترکوں کی یہ شاعری نہ صرف وزن و بحر بلکہ معنی اور روح کے لحاظ سے

تھی قدیم فارسی شاعری کے مشابہ تھی جس کے تمام رشتے حیات اور عمل سے منقطع ہو چکے تھے۔ آخری دور میں جب مغربی خیالات کے اثر سے ترکی میں نئی ذہنیت پیدا ہوئی تو ان کی شاعری نے بھی نیا رنگ بدلا جس کے علمبردار نامق کمال حامد، توفیق فکرت اور محمد عاکف وغیرہ ہیں۔ ان لوگوں نے حسن و عشق اور ہجر و وصل کے افسانے چھوڑ کر اثبات زندگی اور ذوق عمل کے نغمے گائے اور عقل و تدبیر کی تحقیر اور توکل و تقدیر کی غلط تعبیر جو گوشہ گیر اور زاویہ نشین متصوفین کے اثر سے دلوں میں جاگزیں ہو گئی تھی دور کر کے ارتقائے فکر اور سعی پیہم کے جذبات ابھارے۔

ترکی میں بھی فارسی کی طرح نظم نے نثر کی بہ نسبت زیادہ ترقی پائی۔ نثر کی پہلی کتاب انوار سہیلی کا ترجمہ ہے جو محمد فاتح کے عہد میں لکھا گیا۔ اسکے بعد دینیات، تاریخ اور ادب میں زیادہ کتابیں لکھی گئیں۔ اور دیگر علوم و فنون میں کم۔

ترکی میں پہلا مطبع وزیر اعظم ابراہیم پاشا نے جو ندیم شاعر کا ممدوح تھا، قائم کیا۔ جس میں ترکی کی پہلی مطبوعہ کتاب ترجمۂ قاموس ۱۷۲۸ء میں شائع کی گئی۔

عثمانی ترکی جب سے کتابت میں آئی۔ اسی وقت سے عربی حروف میں لکھی جاتی تھی، سال گزشتہ سے جمہوریہ ترکیہ نے اس کو لاطینی حروف میں کر دیا۔

انقلاب ترکوں میں بھی دوسری مسلمان قوموں کی طرح بجز ذاتِ شاہی کے کوئی ادارہ سیاسی نہیں تھا۔ یورپ میں انقلاب فرانس کے بعد چپہ چپہ میں آزادی کے خیالات پھیل گئے تھے۔ جن سے عثمانی عیسائی رعایا بھی متاثر ہوئی اور اپنی آزادی کے لئے مختلف طریقوں سے جد جہد کرنے لگی۔ اور آخر کار کامیاب ہو کر رہی۔ مگر ترکی طبائع پر اس انقلاب کا بہت کم اثر پڑا۔

سب سے پہلا شخص جس نے ترکوں میں حریت کا احساس پیدا کیا، مدحت پاشا تھا۔ جس کی کوششوں سے عبدالحمید ثانی نے ابتداء جلوس میں دستوری حکومت کا اعلان کیا تھا۔ مگر یہ احساس اس قدر کمزور تھا کہ سلطان نے دستور کو توڑ کر مدحت پاشا کو طائف میں نظر بند کر دیا۔ اور احرار ترکوں کو ملک بدر کرنے لگا۔ اور کوئی بغاوت رونما نہ ہوئی۔

لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ حریت کے شعلے بھڑکے اور عبدالحمید کی سختیوں نے جو اس نے دستور کے حامیوں پر کیں اس آگ پر تیل کا کام دیا۔ چنانچہ جمیعۃ اتحاد و ترقی نے جس کے سرگرم ارکان نیازی بک، انور بک اور محمود شوکت پاشا جیسے لوگ تھے ۱۳۲۸ھ میں قوت کے ساتھ دستوری حکومت حاصل کر لی۔ اور پھر سلطان نے ذرا سی مخالفت کی تو اس کو تخت سے اتار کر سلانیک میں بند کر دیا۔ اور

اب تو جنگ عمومی کے بعد سے مصطفیٰ کمال پاشا نے اس کو کامل جمہوری کر دیا ہے۔

اسبابِ زوال

ترکوں کی جس طرح ترقی بتدریج ہوئی۔ اسی طرح ان کا تنزل بھی رفتہ رفتہ ہوا۔ اور یہ تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ کا فطری قانون ہے جو اٹل ہے۔ خاص کر شخصی اور استبدادی حکومتوں کا زوال۔ جن میں لازمی طور پر نقائص موجود رہتے ہیں۔ ہم اس جگہ مختصراً ترکوں کے اسباب زوال لکھتے ہیں۔

"ترکی قوم ایک سپاہی اور شجاع قوم ہے۔ اس نے ملک داری میں ہمیشہ دماغی تدبر اور انتظامی ادارہ کی بہ نسبت اپنی بہادری و سپہگری پر زیادہ اعتماد رکھا۔ اس سے وجہ سے اپنی مفتوحہ اقوام سے نہ خود زیادہ نفع اٹھا سکے نہ ان کو زیادہ نفع پہنچا سکے۔ غیر مسلم اقوام کے علاوہ خود مسلمان قومیں جو ان کے قبضہ میں آئیں اُن کی بھی جنسیت اور عصبیت کو یہ اپنے ساتھ متحد یا موافق نہ کر سکے

حضرت عمرؓ نے باوجود صحابہ کی کوششوں کے عراق اور مصر کی سرزمینوں کو فوج میں نہیں تقسیم ہونے دیا بلکہ براہِ راست خلافت کا محکوم رکھا جس کی وجہ سے زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا کہ ان مقامات کے باشندوں کی قومی عصبیت فنا ہو گئی۔ اور وہ اسلامی قوت کا جزو بن گئے۔ مگر ترکوں نے اپنی مفتوحہ قوموں کے علاقے سپاہیوں میں بانٹ دیئے۔ ان جاہل آقاؤں کے مظالم سے ان اقوام میں حکومت کی ہمدردی نہ پیدا ہو سکی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت میں جس قدر ضعف آتا گیا۔ اسی قدر ان میں اپنی حیثیت کا احساس اور آزادی کا خیال بڑھتا گیا۔ چنانچہ عبدالحمید اول کے عہد ۱۲۰۱ھ میں جب روس اور آسٹریا نے دولت علیہ پر چڑھائی کی اس وقت بلقان کے بہت سے اصلی باشندے جا کر ترکوں کے خلاف جنگ میں شامل ہو گئے۔ اور لڑائی ہونے پر واپس چلے آئے جاگیرداروں نے بوجہ باغی ہونے کے ان پر سختیاں شروع کیں۔ جس کی وجہ سے ایک فتنہ برپا ہو گیا۔ آخر میں باب عالی نے عفو عام کا اعلان کر دیا۔ اور سپاہیوں کے ہاتھ سے ان کی زمینیں نکال لیں۔ اس پر انکشاریہ نے بغاوت کر دی۔ بازنداد فلی نے کوشش کر کے پھر وہ علاقے ان کو دلا دیئے۔ انھوں نے پھر وہی مظالم شروع کر دیئے۔ اب اصلی باشندے جو جنگ و پیکار سے واقف ہو چکے تھے۔ مقابلے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے سربیا کے ایک رئیس تیرد نتش کی قیادت میں حزب وطنی قائم کی اور سلسلہ وار جدوجہد کرنے لگے۔ یہاں تک کہ

آخر میں استقلال حاصل کر کے رہے۔

(۲) ترکی وزرار اور امرار کی خیانت جنھوں نے نازک سے نازک وقتوں پر دشمنوں سے رشوتیں لے کر فتوحات کو شکستوں میں بدل دیا اور ملک اور قوم کو عظیم الشان نقصانات پہنچائے۔

دولت علیہ کا سب سے بڑا اور خطرناک دشمن روس تھا۔ خاص کر اس کا شہنشاہ پیٹر اعظم جس نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرنا روس کے لائحہ عمل میں داخل کر لیا تھا سلطان احمد ثالث کے عہد میں جب اس نے عثمانی علاقے پر لشکر کشی کی۔ اس وقت محمد پاشا صدر اعظم نے جو دو لاکھ فوج لے کر اس کے مقابلے کے لئے گیا تھا دریائے بروت کے متصل اس کو مع اس کی محبوبہ ملکہ کیتھرائن کے ایک قلعہ میں محصور کر لیا۔ اس موقع پر اگر دیانت اور صبر سے کام لے کر اس نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا ہوتا تو ترکوں کی بہت سی مصیبتوں کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن ملکہ مذکور نے اپنے زیورات اور جواہر اس کے پاس بھیج دیئے۔ جس کی وجہ سے اس نے محاصرہ اٹھا لیا اور یہ معاہدہ لے کر کہ روس قزاق کے معاملے میں دست اندازی نہ کرے گا واپس چلا آیا۔

سلطان عبدالمجید کے عہد میں جب محمد علی پاشا خدیو مصر کے بیٹے ابراہیم پاشا نے ترکوں کو نصیبین میں زبردست شکست دیدی جس سے یہ خطرہ ہو گیا کہ وہ نہ صرف اناطولیہ بلکہ قسطنطنیہ پر بھی قبضہ کرے گا۔ اس وقت احمد پاشا قپودان

نے سارا ترکی بیڑہ اسکندریہ میں لاکر خدیو مذکور کے حوالے کر دیا۔ اگر انگلستان بیچ میں نہ آپڑتا تو محمد علی قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیتا۔ اور ترکی سلطنت صفحۂ وجود سے مٹ جاتی۔

عبد الحمید ثانی کے عہد میں انگریز کوشش میں تھے کہ جزیرہ قبرص لے لیں سلطان کسی طرح اس کے لئے تیار نہ تھا ۱۸۷۸ء میں صفوت پاشا نے صدارت پر آتے ہی جزیرہ مذکور انگریزوں کے سپرد کر دیا۔ اور سلطان سے کہدیا کہ یہ برلن کانفرنس میں ہماری مدد کریں گے۔

یہ اور اسی قسم کے واقعات ترکی تاریخ میں اور بھی ہیں۔ بعض مورخین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ روس کی اکثر فتوحات دولت علیہ پر زر کی بدولت ہوئیں نہ کہ زور کی۔

(۳) دور انحطاط میں بجز چند سلاطین مراد رابع، سلیم ثالث، محمود ثانی عبد الحمید ثانی اور بجز چند وزراء جیسے خاندان کوپریلی وغیرہ کے عام طور پر عثمانی سلاطین، انکے وزراء، امراء اور ارکان دولت سیاست او ملک داری میں نااہل تھے جو نہ خارجی تعلقات کو ٹھیک رکھ سکے نہ داخلی انتظام کو جس کے باعث روز بروز فوجی اور اقتصادی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی یہاں تک کہ سلطنت عثمانیہ کو "مرد بیمار" کا خطاب دیا گیا۔ جس کی ہلاکت میں بہت کم مدبرین کو شبہ تھا۔

دوسری طرف اس کے حریف یورپ نے دور جہالت وتوحش سے نکل کر علم اور وحدت قومی کی طرف قدم بڑھایا۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کر کے ترکوں کو پیہم شکستیں دینے لگا۔ یہاں تک کہ ترکی سلطنت کے حصے بخرے کرنے کے لئے منصوبے باندھنے اور رفتہ رفتہ یکے بعد دیگرے عثمانی مقبوضات کو نکالنا شروع کیا۔ جس کے باعث بجائے اسکے کہ ترکی سلیمان اعظم کے عہد میں سب سے بڑی طاقت تھی اب گھٹتے گھٹتے ایک معمولی سلطنت رہ گئی ع

"وہ بڑھ کے بدر ہوئے گھٹ کے ہم ہلال ہوئے"

(۴) ترکوں اور بالخصوص ان کے علماء میں تقلید اور قدامت پرستی زیادہ تھی اور حریت اور وسعت نظر کم تر۔ اس وجہ سے اکثر انھوں نے جدید اصلاحات کی مخالفت کی۔ اور مذہب کے نام سے مفید دنیاوی علوم وفنون کو روکتے رہے۔ سلیم ثالث نے سنہ ۱۲۰۶ھ میں جب جدید مغربی طرز کی فوجیں تیار کرنی شروع کیں اور عسکری اور جزیرہ مکیہ لی میں ان کی تعلیم کے لئے حربی مدارس کھولے تو رجعت پسندوں نے قیامت برپا کردی اور یہی نہیں کہ ان اصلاحات کے حامی وزراء کو قتل کر ڈالا۔ بلکہ خود سلیم کو تخت سے اتار دیا کیونکہ طوبال عطاء اللہ آفندی شیخ الاسلام نے جدید فوجی لباس کو شریعت کے خلاف قرار دیا۔

دوبارہ سلطان محمود نے جب پھر اصلاحات شروع کیں تو پھر انکشاریہ مقابلے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مجبور ہو کر سلطان نے انکشاری فوج کے توڑ دینے

کا فیصلہ کر لیا۔ مگر اس میں کامیابی اس وقت ہو سکی جب آتی میدان میں ان کی چالیس ہزار لاشوں کے پشتے لگا دیئے گئے۔

یورپ میں جابجا مطابع قائم ہو چکے تھے اور علوم و فنون کا سیلاب رواں تھا۔ لیکن ترکی میں ایک مدت کے بعد احمد ثالث کے عہد ۱۱۴۵ھ میں پہلا مطبع قائم ہوا اس پر بھی تحریف کے خطرے سے مفتی اعظم نے قرآن چھاپنے کی قید لگا دی۔

اسی جمود کا یہ ردعمل ہے کہ جمہوریہ ترکیہ نے اب ہر بات میں مغرب کی تقلید شروع کی ہے۔ یہاں تک کہ جملہ باشندوں کے لئے مغربی لباس کو بھی لازم کر دیا ہے۔ ترکی زبان بھی حکماً لاطینی حروف میں منتقل کر دی ہے۔ اور مشرقیت سے اپنے سارے رشتے توڑ رہے ہیں۔ تاکہ وہ قدیمی ذہنیت بالکل بدل جائے۔ لیکن اصل چیز جس نے یورپ کو یورپ بنایا ہے سائنس ہے جب تک ہم اس کو قابو میں نہ لائیں گے۔ ان تبدیلیوں سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

بعض پرانے خیال کے مسلمان ترکوں کے مغربی تہذیب اختیار کر لینے کی وجہ سے یہ کہنے لگے ہیں کہ وہ اسلام سے بیزار ہو گئے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام مشرقی یا مغربی کسی تہذیب میں مقید نہیں اور وہ جملہ قومی یا مقامی خصوصیات اور اوضاع سے بالاتر ہے۔ اس کا تعلق قلب و عمل کے ساتھ ہے۔ اگر نوجوان ترکوں کا یہ بیان صحیح ہے کہ وہ قرآن کریم

کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں تو پھر مایوسی کی کوئی وجہ نہیں بلکہ ممکن ہے کہ ان کا یہ زوال جس میں جمہوریت پیدا ہوئی ہے۔ ایک نئے دورِ اقبال کا دیباچہ ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

انسان نے کیا سوچا؟

از: پرویز

فکرِ انسانی کی آج تک کی تاریخ کہ اس نے اپنی مشکلات و مسائل کو
حل کرنے کے لئے آج تک کیا سوچا؟

محترم پرویز صاحب کی بلند پایہ تصنیف

سائز ۲۲ × ۲۹/۸ ضخامت ۳۶۸ صفحات قیمت: دس روپے

ناظم ادارۂ طلوعِ اسلام کراچی

نظامِ ربوبیت

از:- پرویز

انسان کے معاشی مسائل کا قرآنی حل اور ذاتی ملکیت کا قرآنی تصور۔ دورِ حاضرہ کی عظیم کتاب

بڑا سائز ضخامت تین سو صفحات

قیمت

قسم اول مجلد چھ روپے

قسم دوم غیر مجلد چار روپے

ملنے کا پتہ:- ناظم ادارہ طلوع اسلام

۱۵۹/۳-ایل (پی-ای-سی ہاؤسنگ سوسائٹی) کراچی، ۲۹

مطبوعہ انجمن پریس کراچی

طلوعِ اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ

١. تنہا فکرِ انسانی (عقل) زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اسے اپنی راہنمائی کے لئے اسی طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو سورج کی روشنی کی۔

٢. یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے۔ اس لئے نوعِ انسانی قرآن کے بغیر اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔

٣. حق اور باطل کا معیار قرآن ہے۔ ہر وہ بات جو قرآن کے مطابق ہے صحیح ہے، جو اس کے خلاف ہے غلط ہے۔

٤. حضور نبی اکرمؐ تمام انسانی تاریخ کے بلند ترین معلم تھے لیکن عجمی سازشوں نے ہماری تاریخ میں بہت سی ایسی چیزیں شامل کر دی ہیں جن سے حضورؐ کی سیرت داغدار ہو کر سامنے آتی ہے۔ ہماری تاریخ کے ایسے تمام حصے (خواہ وہ کسی کتاب میں ہوں) یکسر غلط اور وضعی ہیں۔ ان کی صحت کا صحیح معیار خود قرآن کریم ہے۔

٥. قرآن کی رو سے دنیا میں بسنے والے تمام انسان ایک عالمگیر برادری کے افراد ہیں۔ اس برادری کے قیام کی عملی شکل یہ ہے کہ تمام دنیا ایک نظام کے مطابق زندگی بسر کرے۔

٦. اس عالمگیر نظامِ زندگی کی تشکیل کی صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کے انسان اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں باہمی مشاورت سے جزئی قوانین خود مرتب کریں۔ (انہیں قوانین شریعت کہا جاتا ہے)۔ یہ جزئی قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے۔

٧. اس نظام کی رو سے قرآن ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل کرتا ہے جس میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہو جاتی ہے اور کوئی فردِ معاشرہ اپنی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہیں رہتا۔ اسے ربوبیتِ عالمین یعنی تمام نوعِ انسانی کی پرورش سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

٨. ربوبیتِ عالمین کے مقصدِ عظیم کے حصول کے لئے قرآن کی رو سے ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے افراد کی ملکیت کے بجائے معاشرے کی تحویل میں رہیں تاکہ رزق کی تقسیم ہر ایک کی ضرورت کے لحاظ سے ہوتی رہے۔ اس طرح کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج نہیں رہے گا۔ اسے قرآنی نظامِ ربوبیت کہا جاتا ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ابتداءً پاکستان میں اور اس کے بعد ساری دنیا میں قرآنی نظامِ ربوبیت قائم ہو جائے تاکہ مستقل اقدار کی روشنی میں انسان کی دبی ہوئی صلاحیتیں کامل نشوونما پا سکیں اور اس طرح زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اُٹھے۔

اگر آپ طلوعِ اسلام کے اس مسلک و مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوعِ اسلام کا ساتھ دیجیے